Regd. No. LWNP 56 Phone:- 22948 29747
TAMEER-E-HAYAT
FORTNIGHTLY
Nadwatul-ulama Lucknow-226007 (India)

تعمیرِ حیات

لکھنؤ
پندرہ روزہ

دینی اور مذہبی مدارس کے متعلق
ڈاکٹر علامہ اقبال کی رائے گرامی

حکیم احمد شجاع اپنی کتاب "خوں بہا" حصہ اول ص ۴۳۹ پر رقم طراز ہیں :-

لاہور آکر میں نے پاک پٹن شریف (منٹگمری) کے مسلمانوں کی نفسیاتی کیفیت اور اپنے ان احساسات کی رُوداد ڈاکٹر محمد اقبال کو سنائی۔ وہ پہلے تو حسب عادت میری باتیں غور سے سُنتے رہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انھیں میرے احساسات سے ہمدردی ہے، پھر آنکھیں بند کرکے سوچنے لگے، جب میں اپنی کہانی سُنا چکا تو فرمایا :-

"جب میں تمہاری طرح جوان تھا تو میرے قلب کی کیفیت بھی ایسی تھی، میں بھی وہی کچھ چاہتا تھا جو تم چاہتے ہو۔ انقلاب، ایک ایسا انقلاب جو ہندوستان کے مسلمانوں کو مغرب کی مہذب اور متمدن قوموں کے دوش بدوش کھڑا کردے۔" پھر علامہ اقبال نے فرمایا :- "ان مکتبوں (مدرسوں) کو اسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہی مدرسوں میں پڑھنے دو۔ اگر یہ مُلّا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں، اگر ہندوستان کے مسلمان ان مدرسوں کے اثر سے محروم ہو گئے تو بالکل اسی طرح جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈر اور الحمراء اور باب الاخوتین کے نشانات کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا، ہندوستان میں بھی آگرے، تاج محل اور دلی کے لال قلعے کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔

(اقبال)

اہل اسلام کے لئے
عظیم پیشکش

برائے ہدیہ تیار ہیں

شرائط ایجنسی

ورلڈ قرآن سوسائٹی
۱۸۔ گلی کبابیان، جامع مسجد، دہلی ۱۱۰۰۰۶

یہ لیجیے

یا یہ!

شربت روح افزا
پیجیے
گرمی کے مقابلہ کے لیے
ایک ہی شربت
ہمدرد

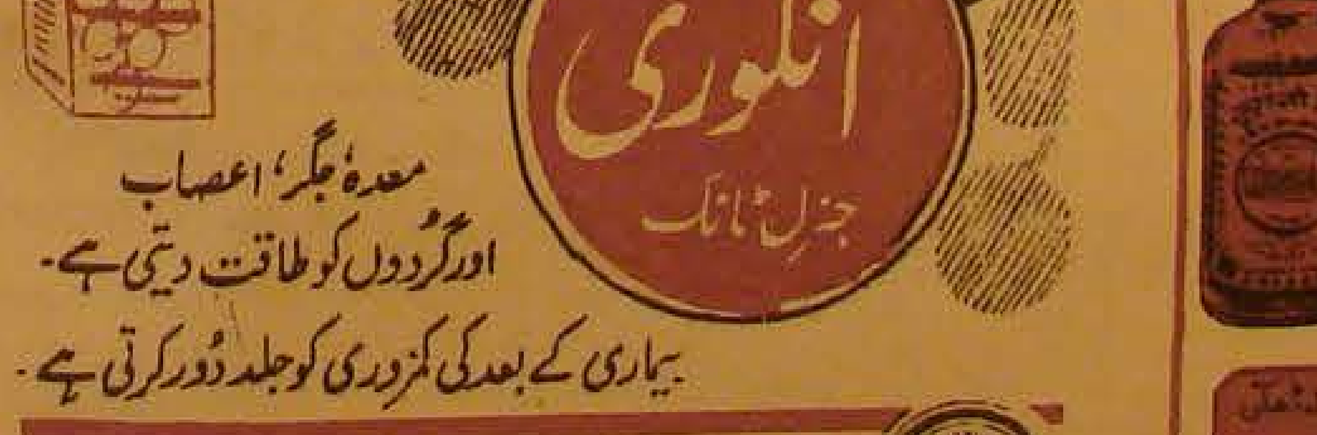

انگوری
جنرل ٹانک
معدہ، جگر، اعصاب
اور گُردوں کو طاقت دیتی ہے۔
بیماری کے بعد کی کمزوری کو جلد دُور کرتی ہے۔
دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

دورِ حاضر کی بہترین گھریلو دوا
نورانی تیل

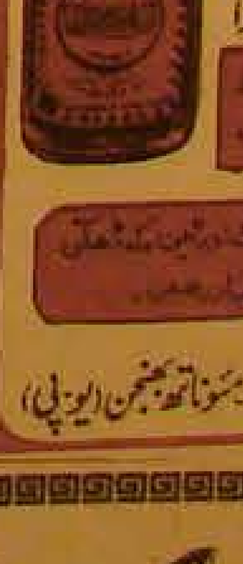

ہر قسم کے جسم کے درد
چوٹ۔ زخم۔ جلنے
کٹنے کی بہترین دوا
انڈین کیمیکل کمپنی۔ مئوناتھ بھنجن (یو پی)

"تعمیر حیات"
پچاس ہزار ہاتھوں تک پہونچتا ہے۔
"تعمیر حیات"
میں اشتہار دے کر
اپنی تجارت کو
فروغ دیجئے۔

رانا ٹرانسپورٹ کمپنی
۲۱۔ زکریا اسٹریٹ کلکتہ ۱
اترپردیش، مدھیہ پردیش، دہلی، بمبئی
فون نمبر :- 347440 344048
برانچ :- بنارس، الہ آباد، لکھنؤ، کانپور، ستنا، جبلپور، آل انڈیا آئل ٹرک

تعمیرِ حیات

شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۲۵ جون سنہ ۷۶ء — ۲۵ جمادی الثانی سنہ ۹۶ھ

فی شمارہ: ۵۰ پیسے — سالانہ: بارہ روپئے

جلد نمبر ۱۳ — شمارہ نمبر ۱۶

ورلڈ آف اسلام فیسٹول

"ایک سازش ہے فقط دین و مروّت کے خلاف"

اپریل کے آغاز سے لندن میں عالمی اسلامی جشن ورلڈ آف اسلام فیسٹول منعقد ہو رہا ہے جو حسب اعلان تین مہینے تک جاری رہے گا۔ اس جشن میں گو عرب مسلمان ممالک نے کافی تعاون کیا تاہم اس کا پورا نقشہ ایک انگریز کے ذہن کی پیداوار ہے اور اس کا انصرام و اہتمام بھی اسی نے کیا ہے۔ جو لوگ مغرب کی صلیبی ذہنیت اور ہلال و صلیب کے تاریخی پس منظر سے آگاہ ہیں، وہ تو اول روز سے ہی اس جشن کے بارے میں شکوک و شبہات رکھتے تھے اور صلیبی ذہنیت سے سرشار انگریزوں کی اسلام سے اس دلچسپی کو ع

ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

کا آئینہ دار سمجھتے تھے۔ اب اس کے یہ خطرات کھل کر سامنے آگئے ہیں اور اس کے پس پردہ انگریزوں کے جو اصل عزائم ہیں وہ واشگاف ہو گئے ہیں۔ ذیل کا مضمون اسی انکشاف حقیقت کی ایک کڑی ہے جو نوائے وقت (۹ مئی ۱۹۷۶ء) میں شائع ہوا ہے۔ ہم اسے اخبار مذکور کے شکریہ کے ساتھ ذیل میں نقل کر رہے ہیں۔

(ادارہ)

ان دنوں لندن میں ہونے والے ورلڈ آف اسلام فیسٹول میں اسلام کو جس طریقے سے مغربی دنیا کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے وہ انتہائی قابل اعتراض اور غیر اسلامی ہے۔ سب سے پہلے یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ اس جشن کا انتظام ...

[illegible]

... قرآن حکیم کے زیادہ نسخے جو نمائش میں پیش کئے گئے ہیں ... وہ نہیں دکھائی گئیں۔

تصحیح فرمالیں

۱۸ جون کے شمارہ میں صفحہ ۵ پر حدیث نبوی کے الفاظ یہ ہیں:

"خدا جھوٹی بیش اور دوسرے کاموں کو ناپسند کرتا ہے"

قرآن فہمی کیلئے چند بنیادی باتیں

از مولانا محمد برہان الدین سنبھلی

استاذ تفسیر و حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

[illegible]

(برہان)

قرآن مجید کے مطالعہ اور اس کے مطالب سمجھنے کی کوشش کرنے سے قبل ضروری ہے ...

[illegible]

"مراکش کا سفر میرے لئے ایک نئی دُنیا کی دریافت تھا"

حجاز مقدس، مراکش اور لندن کے سفر سے واپسی پر مولانا سید ابو الحسن علی ندوی سے

ایک انٹرویو

(۲۸ مئی ۱۹۷۶ء کو اپنے طویل سفر سے واپسی کے بعد حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء سے اس سفر کے متعلق اپنے تاثرات جن ممالک کی انھوں نے سیاحت کی ان کی دینی، تعلیمی اور سماجی حالت نیز جن تنظیموں کے جلسوں میں ان کی شرکت ہوئی ان کے مقاصد اور سرگرمیوں کے بارے میں چند سوالات مدیر "تعمیر حیات" نے کئے۔ مولانا موصوف کے جوابات درج ذیل ہیں۔)

اس سفر کے سلسلے میں اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا:

"میرا یہ سفر اپنی زندگی کا طویل ترین سفر تھا جو تین براعظموں پر مشتمل تھا، یعنی ایشیا، افریقہ اور یورپ۔ چوتھا براعظم امریکہ رہ گیا، اس کا امکان تھا کہ میں وہاں جاتا۔

اس سفر کا آغاز حجاز مقدس سے ہوا۔ یہاں کی جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی المجلس الأعلى للجامعة الاسلامية (جامعہ اسلامیہ کی اعلیٰ بااختیار کمیٹی) کی میٹنگ میں مجھے شرکت کرنا تھی جس کا میں رکن ہوں۔ پہلے اس مجلس کا نام المجلس الاستشاري للجامعة الاسلامية" کے نام سے ہوتی۔ اس نئی مجلس میں سعودی عرب کی چاروں یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر، رابطہ عالم اسلامی کے سکریٹری جنرل شیخ صالح محمد قزاز، حکومت سعودیہ کے وزیر تعلیم شیخ حسن عبد اللہ آل الشیخ، اور مراکش، تیونس، اُردن اور سوڈان کی اسلامی جامعات کے ممتاز دینی درسگاہوں کے سربراہ اور یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر، جامعہ ازہر مصر کے مدیر (رجسٹرار) مشہور اخوانی رہنما، مصنف اور مصر کے عالم شیخ محمد الغزالی (کلیۃ الشریعۃ مکہ مکرمہ کے نمائندے کی حیثیت سے) استاذ یوسف القرضاوی (کلیۃ المعلمین قطر) بحیثیت ارکان کے شامل ہیں۔ اس جدید تشکیل میں زیادہ تر اعلیٰ تعلیم اور ممتاز دینی درسگاہوں کے سربراہ رکھے گئے ہیں۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی تاسیس ۱۹۶۲ء مطابق ۱۳۸۱ھ میں ہوئی اور میں اسی زمانے سے اس جامعہ کی مجلس استشاری کے رکن کی حیثیت سے تعلق ہے۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے تھوڑے ہی عرصے میں خاصی ترقی کر لی ہے، دنیا کے اسّی سے زیادہ ممالک کے طلباء اس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں طلباء کی تعداد تقریباً تین ہزار ہے، امسال اس یونیورسٹی کا جو بجٹ پیش ہوا وہ ۴۰ کروڑ ریال ہے یعنی ایک ارب روپیوں سے بھی زائد ہے، ہمارے ملک کی کسی یونیورسٹی کا اتنا بڑا بجٹ نہیں۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جو اپنے اسٹاف، طلباء کی تعداد اور مختلف شعبوں کی کثرت کے اعتبار سے جامعہ اسلامیہ مدینہ سے کہیں فائق ہے اس کا سالانہ بجٹ کل چار کروڑ روپے ہیں۔ اسی ایک مثال سے تعلیم کے لئے حکومت سعودی عربیہ کی شاہ خرچی اور دریا دلی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے مملکت سعودی عربیہ کے موجودہ ولی عہد اور نائب وزیر اعظم شہزادہ فہد بن عبد العزیز خصوصی تعلق رکھتے ہیں اور اس یونیورسٹی کے وہ وزیر (سرپرست) بھی ہیں۔

میرا یہ سفر جامعہ اسلامیہ کی المجلس الاعلیٰ کی جس میٹنگ میں شرکت کے لئے ہوا تھا اس کی افتتاحی نشست سے ولی عہد شہزادہ فہد نے بھی خطاب فرمایا تھا، اتفاق سے میں افتتاحی نشست میں شریک نہیں ہو سکا کیونکہ سفر کے قانونی مراحل طے ہونے میں دیر لگ گئی اور میں ایک دن تاخیر سے مدینہ منورہ پہونچا لیکن میں نے اس افتتاحی نشست کی روئداد سنی اس میں خاص طور پر شہزادہ فہد کی تقریر کا لوگوں نے تحسین انداز میں ذکر کیا اور اس کی تقریر کا وہاں اچھا چرچا تھا۔

مرحوم شاہ فیصل کی شہادت کے بعد مملکت سعودی عربیہ کا یہ میرا پہلا سفر تھا اس موقع پر میری خواہش تھی کہ میں دار السلطنت ریاض بھی جاؤں، اس کی تقریب یوں ہوئی کہ ۱۲ اپریل ۱۹۷۶ء سے المجلس الاعلیٰ العالمی للمساجد" کے اجلاس مکہ معظمہ میں شروع ہوئے جس میں انڈونیشیا سے یورپ و امریکہ تک کے ممتاز علماء، اور اسلامی کارکن شریک ہوئے، اس کمیٹی کے جو "مؤتمر رسالۃ المسجد" سے وجود میں آئی ہندوستان کی طرف سے میں اور مولانا محمد یوسف صاحب (امیر جماعت اسلامی ہند) رکن ہیں۔

"مؤتمر رسالۃ المسجد" گزشتہ سال ماہ رمضان المبارک میں منعقد ہوئی تھی جس میں دنیا کے مختلف گوشوں سے علماء، اسلامی کارکن، ائمہ مساجد اور اہم دینی شخصیتوں نے شرکت کی تھی، ان شرکاء کی تعداد تقریباً ۱۰۰ تھی۔ مجھے اس مؤتمر کا دعوت نامہ ملا تھا لیکن ماہ رمضان المبارک کی مشغولیت اور ندوۃ العلماء کے ۸۵ سالہ اجلاس کی تیاریوں کی وجہ سے (جس کا انعقاد عید بعد ہونا تھا) مؤتمر رسالۃ المسجد میں شرکت نہیں ہو سکی۔ اسی مؤتمر سے المجلس الاعلیٰ العالمی للمساجد" وجود میں آئی، اس تنظیم کا مقصد، عصر حاضر میں مساجد کو اسلام کے پیام، دین کی موثر دعوت اور اصلاح معاشرہ کی کوششوں کا سرگرم و فعال مرکز بنانا، ائمہ مساجد کے معیار کو بہتر بنانا، ان کی دعوتی تربیت اور اس مقصد میں ہر ممکن تعاون تاکہ مسجد کو مسلم معاشرہ میں وہی حیثیت حاصل ہو جائے جو جسم انسانی میں قلب کی ہوتی ہے۔

"المجلس الاعلیٰ العالمی للمساجد" کی آخری نشست میں شیخ صالح قزاز سکریٹری جنرل رابطۂ عالم اسلامی نے اعلان کیا کہ تمام شرکاء اجلاس کل ریاض جائیں گے اور شاہ خالد کی خدمت میں جلسے کی رُوداد اور تجاویز پیش کی جائیں گی۔

اس پروگرام کے مطابق ایک خصوصی طیارہ سے تمام اراکین ریاض پہونچے۔ شاہ خالد کی خدمت میں جلسے کی کارروائی اور تجاویز پیش کی گئیں اور اراکان کا تعارف کرایا گیا۔ شاہ خالد دینی ذہن رکھتے ہیں اور مرحوم شاہ فیصل شہید کی پالیسیوں پر عمل پیرا ہیں۔

شاہ خالد کے بعد مجلس استشاری کے اراکین کی ملاقات ولیعہد شہزادہ فہد سے کرائی گئی، جلسے کی رُوداد اور تجاویز سُن کر انھوں نے ایک طویل تقریر کی اس میں اسلام کی ضرورت اور عہد حاضر میں اس کی قائدانہ صلاحیت کا اظہار کیا۔

حکومت کے تیسرے اہم رکن امیر عبد اللہ بن عبد العزیز رئیس الحرس الوطنی (نیشنل گارڈ چیف) سے بھی وفد نے ملاقات کی۔ امیر عبد اللہ ایک دیندار اور دردمند انسان ہیں اور شاہ خالد کے قریب ترین معتمد۔

س:۔ لندن میں منعقد ہونے والی بین الاقوامی اسلامی کانفرنس میں اپنی شرکت کا ارادہ عین وقت پر آپ نے منسوخ کر دیا اس کے کیا اسباب تھے؟

ج:۔ لکھنؤ سے میرے سفر کا پروگرام یہی تھا کہ پہلے حجاز میں المجلس الاعلیٰ للجامعۃ الاسلامیۃ میں شرکت، بعد لندن کے بین الاقوامی اسلامی کانفرنس کے لئے لندن روانگی وہاں واپس ہو کر "المجلس الاعلیٰ العالمی للمساجد" کے میٹنگ میں حاضری۔ مراکش کا سفر اس وقت تک پروگرام میں شامل نہیں تھا۔

لندن کی بین الاقوامی اسلامی کانفرنس کا دعوت نامہ مجھے لکھنؤ میں مل گیا تھا حجاز میں رابطۂ عالم اسلامی کے سکریٹری جنرل شیخ صالح قزاز مجھے رابطہ کے وفد کے نائب کی حیثیت سے طے کر دیا۔ میرے اور میرے رفیق عزیزی مولوی محمد رابع ندوی کے ٹکٹ بھی آگئے لیکن میں نے لندن جانے اور اس کانفرنس میں شرکت کا فیصلہ منسوخ کر دیا۔ حجاز کے دوران قیام لندن کی بین الاقوامی اسلامی کانفرنس کے بارے میں متضاد باتیں سُننے میں آئیں۔ ان ہی دنوں لندن میں ایک اسلامی فیسٹول بھی منعقد ہو رہا تھا، اس کی تفصیلات جب علم میں آئیں تو یہ اندازہ ہوا کہ اسلامی ثقافت کے نام سے رقص و موسیقی کو بھی پیش کیا جائے گا۔ بین الاقوامی اسلامی کانفرنس جس کی مالی ذمہ داریاں جامعہ ملک عبد العزیز نے اٹھائی تھی اور جس کا افتتاح شہزادہ محمد بن فیصل نے کیا تھا۔ اسلامی فیسٹول سے بلاواسطہ متعلق تو نہیں تھی تاہم دونوں کا افتتاح اور انعقاد قریبی تاریخوں میں ہو رہا تھا اور ہر شخص ان دونوں کے فرق کا اندازہ بھی نہیں کر سکتا۔ بہذا احتیاط کے پہلو کو ترجیح دیتے ہوئے میں نے لندن کا سفر ملتوی کر دیا۔ اس سے مجھے حجاز مقدس میں مزید قیام کا موقع مل گیا، سفر کے پروگرام میں اس تبدیلی کی وجہ سے میرا مراکش جانا ہوا۔

س:۔ شاہ فیصل مرحوم کی شہادت کے بعد آپ کا یہ پہلا سفر تھا، وہاں کی قیادت نے شاہ مرحوم کے خلاء کو پُر کر دیا، ان کی کمی نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے؟

ج:۔ مملکت سعودی عربیہ کے موجودہ حکمراں شاہ فیصل شہید کے خطوط پر گامزن ہیں لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کی کمی کا عام احساس ہے، شاہ فیصل جیسے باوقار، سنجیدہ، متوازن اور دور بیں مدبر کی قیادت کی ضرورت نہ صرف سعودی عربیہ بلکہ پورے عالم اسلام کو تھی۔ آج کے حالات میں ان کی کمی بڑی محسوس ہو رہی جب کہ عرب ممالک کا اختلاف باہمی خونریزی تک پہونچ چکا ہے اور عالم اسلام انتشار کا شکار اور مختلف قسم کے خطرات سے دوچار ہے۔

س:۔ اس سفر میں آپ پہلی مرتبہ مراکش تشریف لے گئے تھے، اس سفر کی تقریب کیسے پیدا ہوئی اور اس ملک کو آپ نے کیسا پایا؟

ج:۔ مراکش کا سفر میرے لئے ایک نئی دنیا کی دریافت تھا، مجھے اس شمال مغربی علاقہ میں جو لیبیا سے شروع ہو کر مراکش پر ختم ہوتا ہے اب تک جانے کا موقع نہیں ملا تھا میری خواہش تو عرصہ سے اس کی زیارت کی تھی مگر یہ اندازہ نہیں تھا کہ اسی سال اس کی نوبت آئے گی۔

اس سفر کی تقریب یوں ہوئی کہ اب سے چار پانچ سال قبل جمعیۃ الجامعات الاسلامیہ" کی تشکیل ہوئی، دنیا کے اسلامی یونیورسٹیوں اداروں کا یہ ایک وفاق (Federation) ہے۔ اس وفاق کے تاسیسی جلسے میں میری شرکت ہوئی تھی اور اسی وقت سے ندوۃ العلماء کو بھی اس وفاقی تنظیم کا رکن بنا لیا گیا تھا۔

امسال جمعیۃ الجامعات الاسلامیہ کا جلسہ رباط (مراکش) میں ہونا طے پایا، اس تنظیم کا یہ مرکز بھی ہے اور اسے شاہ حسن والی مراکش کی سرپرستی بھی حاصل ہے۔ اس جلسے کا دعوت نامہ لکھنؤ بھیجا گیا تھا لیکن وہ غالباً ہماری روانگی کے بعد پہونچا۔

حجاز کے دوران قیام رابطہ عالم اسلامی کے سکریٹری جنرل شیخ صالح قزاز نے مجھے فون پر اطلاع دی کہ آپ کو جمعیۃ الجامعات الاسلامیۃ کی میٹنگ میں رابطہ عالم اسلامی کی نمائندگی کرنا ہے، آپ کے سفر کے انتظامات کر لئے گئے ہیں۔ میں رابطۂ عالم اسلامی کے نمائندہ اور عزیزی محمد رابع ندوی ندوۃ العلماء کے نمائندہ کی حیثیت سے اس کانفرنس کے لئے مراکش روانہ ہوئے۔ ۱۱ مئی ۱۹۷۶ء سے اس کا جلسہ تھا لیکن ہم لوگ چار پانچ دن قبل مراکش روانہ ہوئے تاکہ اس ملک کی کچھ سیاحت بھی کر سکیں۔ جس جہاز میں جدہ سے مراکش تک ہمارا سفر ہوا اس میں جامعۃ الاسلامیۃ مدینہ منورہ کے وائس چانسلر شیخ عبد المحسن بن عباد، مشہور اخوانی رہنما، خطیب اور مصنف شیخ محمد الغزالی اور کلیۃ الشریعۃ کے پچاس طلبہ بھی تھے جو ایک ٹور (Tour) پر مراکش جا رہے تھے، مانوس لوگوں کی رفاقت میں یہ سفر بہت اچھا گذرا۔ ہمارے سفر کے دوران جہاز تین مقامات پر رُکا طرابلس (لیبیا)، تیونس اور الجزائر۔ لیکن تیونس کے علاوہ ہمیں جہاز سے اُترنے کی اجازت نہیں ملی۔ بدقسمتی سے مراکش اور اس کے پڑوسی دو مملکتیں یعنی الجزائر اور لیبیا کے تعلقات اس قدر کشیدہ ہیں کہ مراکش جانے والے مسافروں کو الجزائر اور لیبیا کے ہوائی اڈوں پر اُترنے کی اجازت نہیں ملتی۔ ہم جب تیونس پہونچے تو ظہر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا، ہم نے ہوائی اڈے کے اس کشادہ کمرے میں نماز پڑھی جو خاص طور پر نماز پڑھنے کے لئے تھا اور اس پر "غرفۃ الصلوٰۃ" کی تختی آویزاں تھی۔ جدہ سے روانگی کے دس گھنٹے بعد ہمارا جہاز دار البیضاء پہونچا جو کاسا بلانکا کے نام سے مشہور ہے۔

کاسا بلانکا کا نام عرصے سے سُن رہے تھے مگر اس کی عظیم الشان حیثیت کا اندازہ اسے دیکھ کر ہوا۔ یہ شہر قاہرہ کے بعد براعظم افریقہ کا دوسرا بڑا شہر ہے اور اس علاقہ کا اہم تجارتی مرکز۔ آبادی بیس لاکھ سے بھی زائد ہے۔

یہ شمالی مغربی پٹی بڑی سرسبز و شاداب ہے اور پورا علاقہ قدرتی مناظر، زرخیزی اور معدنی دولت سے مالا مال ہے۔ خاص طور پر مراکش اس لحاظ سے بہت ممتاز ہے۔ یہ پورا ملک آب و ہوا، پھلوں کی کثرت اور قدرتی مناظر میں کشمیر سے مشابہ ہے۔

مراکش کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ مغربی تمدن کے ساتھ یہاں کی معاشرت پر اسلامیت اور عربیت کی چھاپ نمایاں ہے۔

مراکش میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے ایک قدیم استاد شیخ تقی الدین ہلالی المراکشی سے بھی ملاقات ہوئی۔ ہلالی صاحب سے ہم نے خاص طور پر ہمارے رفیق مولانا مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم نے عربی زبان و ادب کی تحصیل میں بہت استفادہ کیا ہے۔

جمعیۃ الجامعات کے جلسے سے پہلے مراکش کے تین شہروں کی سیاحت کا موقع ہمیں مل گیا۔ دار البیضاء (کاسا بلانکا) سے مکناس جانا ہوا۔ یہ شہر اس ملک کا دینی اور روحانی مرکز ہے، موجودہ سلطنت کے بانی سیدی ادریس کا بھی یہ مرکز رہ چکا ہے۔ اس کے بعد فاس کو دیکھا جو مراکش کا قدیم ترین تعلیمی مرکز ہے، یہاں جامع قرویین ایک قدیم جامعہ ہے۔

مغرب (مراکش کو المغرب کہا جاتا ہے) کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کا تعلق ہمیشہ اہلبیت سے رہا ہے، یہاں کے باشندے سادات اہلبیت کے معتقد ہیں اور اس علاقہ کی حکمرانی کا انہیں حقدار و مستحق سمجھا اپنی سعادت سمجھتے ہیں یہاں کی قدیم قوم بربر جو طبیعت کی بڑی سخت اور ارادہ کی پختہ تھی اس قوم کو فتح کرنے کے لئے زور بازو سے زیادہ روحانیت اور اخلاق کی ضرورت تھی۔ ان سادات میں یہ صفات تھیں اور اسی سے متاثر ہو کر بربر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اہل مغرب کی سیاست اور عقیدت کا محور و مرکز ہمیشہ سے سادات رہے ہیں۔ موجودہ حکمراں شاہ حسن کا تعلق بھی چونکہ سادات سے ہے اس لئے ان کے خلاف کی جانے والی ہر سازش کو ان سے اور ان کے خاندان سے والہانہ عقیدت کے جذبے نے ناکام کیا ہے۔

مراکش کے جن شہروں کو دیکھنے کا موقع ملا وہاں عوام میں دینی رجحان نظر آیا، مسجدیں آباد ملیں، دینی کتابوں اور اسلامی شخصیتوں سے یہاں کے لوگوں خاص طور پر نوجوانوں کو واقف پایا۔ ہمیں مراکش پہونچ کر اندازہ ہوا کہ ہماری کتابوں کی یہاں کثرت سے اشاعت ہوئی ہے اور لوگ بخوبی واقف ہیں۔

جمعیۃ الجامعات کے جلسے سے پہلے ہماری سیاحت کے زمانہ میں استاذ علال الفاسی مرحوم کی برسی کے سلسلے میں یہاں ہفتہ منایا گیا، ملک کے مختلف مقامات پر ان کی یاد میں جلسے ہوئے جن میں ان کی خدمات اور شخصیت پر روشنی ڈالی گئی اور اپنے مرحوم رہنما کو خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ استاذ علال الفاسی مرحوم مراکش کے دینی اور سیاسی رہنما تھے، میرا ان سے شخصی تعارف اس وقت ہوا جب وہ رابطۂ عالم اسلامی کے رکن منتخب ہوئے۔ رابطہ کے جلسوں میں ان کی نشست میرے قریب ہی رہا کرتی تھی، اس طرح مجھے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، ان کا مطالعہ بہت وسیع عرب علماء میں ہندوستان کی دینی علمی شخصیتوں اور تحریکوں سے ان سے زیادہ کوئی واقف نہیں، خاص طور پر حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی سے وہ بہت متاثر تھے خاص طور پر ان کی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ کے وہ بہت زیادہ قائل اور ثناخواں تھے ڈاکٹر اقبال کے کلام کا انھوں نے خاصا مطالعہ کیا تھا اور اپنی تقریروں میں ان کے اشعار کا بکثرت حوالہ دیتے تھے۔

ان کی یاد میں منائے جانے والے ہفتہ کے اختتامی جلسے میں مجھے تقریر کی دعوت دی گئی تو میں ان سے قریبی تعلق کا حق سمجھتے ہوئے ان کی شخصیت اور خدمات پر اپنے ذاتی تجربات کی روشنی میں تقریر کی۔

جمعیۃ الجامعات الاسلامیہ کی میٹنگ ۱۱ مئی ۱۹۷۶ء سے شروع ہوئی، اس میں سعودی عرب، شرق اردن، لبنان، ایران، شام، سوڈان، اردن، ہندوستان، پاکستان، ترکی، عراق، تیونس اور مغرب کے علماء اور ماہرین تعلیم غرض عالم اسلام اور دنیا کے مختلف مقامات کی اسلامی یونیورسٹیوں اور اداروں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اس جمعیۃ کے صدر مراکش کے استاذ محمد الفاسی ہیں۔

جمعیۃ الجامعات کا مقصد عرب و مسلم ممالک میں علوم اسلامیہ اور عربی زبان کی تعلیم کو ترقی دینا اور دنیا کی تمام اسلامی یونیورسٹیوں میں اسلامیات کی تعلیم اور اس کے فروغ کے سلسلے میں جو رکاوٹیں ہوں انہیں دور کرنا، جو مسائل و مشکلات درپیش ہوں ان کی حل کی کوشش کرنا۔

اس میٹنگ میں اس سلسلے میں کئی مفید تجاویز پر غور کر کے انہیں منظور کیا گیا۔

میں نے اب تک وہ شہر نہیں دیکھا تھا جس کے نام سے یہ پورا ملک معروف ہے یعنی مراکش۔

جمعیۃ الجامعات کے جلسوں کے بعد مراکش ایک دن کے لئے جانا طے تھا۔ لیکن جمعیۃ کے ذمہ داروں نے اس پر اصرار کیا کہ میں دو روز مراکش رہوں کیونکہ دوسرے دن شاہ حسن والی مراکش نے تمام مندوبین کو کھانے پر مدعو کیا تھا اور شام کو ان سے خصوصی ملاقات کا پروگرام طے تھا، مراکش سے لندن ہوتے ہوئے واپسی کا پروگرام تھا، ٹکٹ بھی بنچکے تھے اور لندن میں اپنے احباب کو آمد کی اطلاع بھی دی جا چکی تھی۔ مجھے مراکش ایک روز مزید قیام میں بڑا تردد تھا لیکن وہاں کے اصرار پر

ے قبول کیا اور بعد میں اندازہ ہوا کہ
تے مفید تھا۔ شاہ حسن سے ملاقات کے
مندوبین کی طرف سے ترجمانی اور خطاب
کی مجھ پر ڈالی گئی۔ میں نے مناسب الفاظ میں
بانی کا شکریہ ادا کیا اور ان کی
داریوں کا احساس دلایا۔ تقریر دعوتی
انداز جو اپنی تقریر میں اچھے تاثر کا اظہار
نا فصیح عربی زبان بول رہے تھے، انکی
تقریر سے اندازہ ہوا کہ ان کا مطالعہ
وسیع ہے، دینی علوم پر بھی ان کی نظر
نے اپنی تقریر میں حدیث کی متعدد
قتیں اور دین کے اخلاقی اور
پہلوؤں کی طرف خاص طور پر متوجہ کیا۔
ش کا سفر ہر لحاظ سے مفید اور کامیاب
ظر نے مجھے براعظم افریقہ کے اس قدیم
پر اپنے مشاہدات و تاثرات قلمبند
تحریک پیدا کی جو شاید جلد عمل میں آئے۔
الاقوامی اسلامی کانفرنس کے سلسلے میں
کا سفر ملتوی کئے جانے کے بعد واپسی
لندن کے چند روزہ قیام کے کیا اسباب تھے؟
ش سے واپسی کے موقع پر میں نے چند دن
میں قیام کیا۔ اس سے پہلے تین مرتبہ مجھے
پ کے مختلف ممالک کے سفر کا اتفاق
اسی موقع پر لندن میں کئی کئی ہفتے
بھی رہا، اسی قیام کے دوران مجھے
ستان کے مختلف اضلاع اور مرکزی
ت کے دورے کا موقع ملا۔
اس مرتبہ مجھے خاص طور پر اپنی
ہوں کے علاج کے سلسلے میں ڈاکٹروں
مشورہ کے لئے بعض احباب نے لندن
قیام پر اصرار کیا تھا، لندن میں ہندوستان
ستان اور دیگر مشرقی ممالک کے
باد س لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ یہاں کے
محلوں پر ہندوستان یا پاکستان کے
محلے کا شبہ ہوتا ہے۔ معاشرت، زبان
رہن سہن کا طریقہ کھانے کا ذوق، غرض
کچھ مشرقی ممالک کی طرح۔ انگلستان
مختلف مقامات پر بکثرت مسجدیں بن رہی
اور کئی اسلامک سنٹر قائم ہیں۔ بڑے
دینی اور تبلیغی اجتماعات ہوتے ہیں،
ایں اسلام سے دلچسپی اور اس کے مطالعہ
کا شوق پیدا ہو رہا ہے، غیر مسلموں کے قبول
اسلام کے واقعات بھی نادر نہیں رہے، یہ
بات یہ دیکھنے میں آئی کہ گرجا مسجد
بن رہے ہیں۔ غیر آباد گرجاؤں کو مسلمان
خرید کر وہاں مسجد بنا تے ہیں، عیسائی
مقصد کے لئے گرجا فروخت کرنے کو
دیتے ہیں۔ یہ سب باتیں جہاں خوش آئند

ہیں تو اس کا دوسرا پہلو بڑا نازک ہے مجھے اس
سفر میں انگلستان کے کئی شہروں اور لندن کے
مختلف مقامات پر لوگوں سے خطاب کرنے کا موقع
ملا۔ میں نے انہیں خصوصی طور پر اس اجنبی ملک میں
ان کی نازک اور اہم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی
میں نے انہیں کہا کہ آج سے صرف ۳۰ یا ۴۰ سال پہلے
اگر کوئی بزرگ یہ پیشگوئی کرتا کہ وہ انگریز قوم جن کے
ہم آج غلام ہیں ان کے ملک میں گرجا مسجد میں تبدیل

ہو جائیں گے اور وہاں مسلمان آزادی کے ساتھ اپنے
دینی شعائر ادا کر سکیں گے تو ہم اس بزرگ کی زندگی
سے انکار کر دیتے، بدظن ہو جاتے اور مضحکہ اڑاتے لیکن
آج ہم اپنی آنکھوں سے یہ انقلاب دیکھ رہے ہیں کہ
یہاں قلب یورپ میں مسجدیں بن رہی ہیں اور اتنی بڑی تعداد
میں مسلمان آباد ہیں اور ان کی تعداد میں برابر اضافہ
ہو رہا ہے۔ ایسے مسلمانوں پر بڑی نازک ذمہ داری ہے
کہ وہ ہر وقت اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ یہاں کے

غیر مسلم باشندے انکے اخلاق، معاملات اور معاشرت سے
اسلام کی صحیح نمائندگی کریں۔ انسان کتاب سے اتنا
متاثر نہیں ہوتا جتنا عملی نمونے سے اثر قبول کرتا ہے۔
آپ کو اس ملک میں اسلام کے اعلیٰ اخلاق اور
انسانی اقدار و روایات کا امین و وارث بنکر رہنا ہے۔
ایک افسوسناک بات جس کا کسی قدر اندازہ
مجھے لندن کے گزشتہ سفروں میں بھی ہوا تھا اس بار
محسوس ہوا، وہ یہ کہ بعض ناخدا ترس ناعاقبت اندیش

رشید کوثر فاروقی

یادوں سے اُمیدوں تک

چھیڑ کوئی زمزمہ نغمہ گر انجمن!
ہائے وہ عہد کہن، ہائے وہ رنگ چمن
لالۂ و نسریں مقیم، غنچہ و گل خیمہ زن
رات کے پچھلے پہر گریۂ شبنم، مگر
مشکل اہل عروج ٹوٹ کے یاد آئی ہے
پیار بھی ناپائدار، خیر بھی نامستقل
موت کے صیاد سے بے خبری الاماں!
پوچھئے کس سے پتا فطرت آزاد کا
گھر میں ملفوف ہے حوصلۂ زندگی
بے گنہی اب کہاں، چوسئے ان کے قدم
نیم دلان جنوں خوش ہیں کہ سر بچ گیا
باب قفس کھل بھی جائے، ٹوٹ بھی جائے حصار
زردی خط افق مانگ رہی ہے لہو
شانۂ تدبیر بھی گم تو نہیں ہے ہنوز
یاس کی آنکھوں میں پھر روشنی آنے کو ہے
نور نہ ابر پوش غرفہ کشا جا بجا
اے نگہ آرزو پردہ اٹھے گا ضرور
آبروئے انجمن قطب و مجتبیٰ سے ہے
موت کا گھونگھٹ اٹھائے کوئی سر کار زار
بسمل صحن حرم اور بیاپے طواف
جسم شہید وفا بام تجلی آویخت
عشق چلا ہے لئے نذر گل و یاسمن
آب و ہوا کے عوض تول دیے رنگ و بو
ساقی تشنہ نواز! ذوق بھی اک چیز ہے

دیر ہے سنسان ہے وادیٔ گنگ و جمن
شام شمیم و شفق، صبح نسیم و سمن
بختیں خانہ بدوش، باد صبا بے وطن
دھوپ چڑھے خندۂ نسترن و نارون
چاند کو جب جب لگا پورنما میں گہن
دور بدور جہاں سلطنت مکر و فن
گھوم رہی ہے زمیں، ناچ رہے ہیں ہرن
کوئی رہین فضا، کوئی اسیر چمن
صبح کی آنکھیں ہیں بند، اونگھ رہا ہے گگن
جن کے ضمیروں میں ہو خار گنہ کی چبھن
رہ گئی دعوے کی شرم، چوک گئے سنگ زن
قید سے کم تو نہیں بند ہوا کی گھٹن
تاکہ جنم لے سحر، تاکہ جواں ہو کرن
گیسوئے تقدیر ہے گو شکن اندر شکن
آئے ہے کنعان میں رائحۂ پیرہن
سنگ سیہ رنگ میں جیسے جڑے ہوں رتن
حسن ہے صبر آزما، حسن سے رکھ حسن ظن
آن خبیثی سے ہے زینت دار و رسن
آئے کہ نوشاہ کی راہ تکے ہے دلہن
جیسے غزالہ کے گرد رقص غزال ختن
اب بھی وہی راگنی، اب بھی وہی بانکپن
خون کے دھبے نہ دیکھ، دیکھ بہار کفن
دیکھ تو خاک چمن پھول کا دیوانہ پن
ساغر امروز میں ڈھال شراب کہن

عمر تری ہو دراز کوثر معنی طراز
تیری نواسنجیاں ہیں سخن اندر سخن

لوگوں نے مسلک و عقائد، فروعی مسائل اور دقیق کلامی
بحثوں کو یہاں بھی چھیڑ دیا ہے۔ جو فروعی اختلافات اور
دقیق کلامی بحثیں ہندوستان و پاکستان کے مسلمانوں میں باہمی
نفرت و دشمنی کا سبب بن گئی ہیں۔ ان بحثوں کو اس اجنبی ملک
میں بھی چھیڑ دیا جا رہا ہے جہاں مسلمانوں کے اتحاد و
اتفاق کی شدید ضرورت ہے۔
س :- برصغیر کے مسلمانوں کی یہ روایت رہی ہے
کہ انہوں نے دنیا کے مسلمانوں کے درد و غم

اور مسرت و خوشی میں ہمیشہ اپنے کو شریک سمجھا کیا
عالم عربی اور دنیا کے مسلم ممالک کے عوام بھی ہندوستانی
مسلمانوں کے مسائل میں دلچسپی لیتے ہیں ۔؟
ج :- آپ نے ایک اچھا سوال کیا۔ مسلم ممالک
میں دینی تحریکوں اور اسلامی الفکر اہل قلم کے
لٹریچر نے یہ شعور پیدا کر دیا ہے کہ وہ دنیا کے
مختلف مقامات پر بسنے والے اپنے دینی بھائیوں کے
مسائل و مشکلات سے باخبر اور فکر مند ہوتے ہیں
ہندوستان کے مسلمانوں کے مسائل سے انہیں
دلچسپی ہے۔ پہلے ہندوستان کے فرقہ وارانہ فسادات میں
مسلمانوں کے نقصانات سے انہیں تشویش رہتی تھی،
اب مسلم پرسنل لا، خاندانی منصوبہ بندی اور اس سلسلے
میں مرکزی حکومت کی پالیسی اور خواہش کے علی الرغم
ہمارے ملک کی بعض ریاستوں میں خاندانی منصوبہ بندی
کے سلسلے میں جس جبر اور ترہیب کا طریقہ اپنایا جا رہا
ہے اس پر مسلم ممالک کے دانشور، علماء اور وہاں
کی حکومت کے ذمہ داروں کو تشویش ہے۔ مجھ سے
مختلف مسلم ممالک کے کئی بااثر حضرات نے اپنی فکر و
تشویش کا اظہار کیا۔ ان لوگوں نے اس بات پر بھی
اپنی حیرت و استعجاب کا اظہار کیا کہ ہندوستان میں بعض مسلم
ممالک کے بارے میں یہ پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ وہاں
بھی جبری نسبندی کا قانون ہے اور مسلم پرسنل لا میں
اس طرح ترمیم ہو رہی ہے جس کا ہندوستان میں تصور ہے۔
ان حضرات نے اس پروپیگنڈہ کی پرزور تردید
کی۔ دنیا کے دور دراز ممالک آج اس قدر قریب آگئے
ہیں کہ ایک دوسرے کے صحیح حالات و واقعات سے
کوئی بے خبر نہیں، دہلی کے ترکمان گیٹ کے حادثے
کے موقع پر میں وہیں تھا۔ پولیس فائرنگ اور شہریوں کے
جان و مال کے نقصان کے واقعات کا وہاں خاصا
چرچا تھا اور عوام و خواص اپنے غم و افسوس اور
فکر و تشویش کا اظہار کیا کرتے تھے۔
س :- لبنان کے تشویشناک حالات کے سلسلے
میں آپ کا کیا اندازہ ہے ۔؟
ج :- مراکش میں جمعیۃ الجامعات کی میٹنگ میں
لبنان سے تعلق رکھنے والے مندوبین سے
ملاقات ہوئی تھی، ان کے مشاہدہ میں لبنان کی
خانہ جنگی میں مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا اور وہ عیسائی
جنہوں نے عرصۂ دراز سے مسلمانوں کو دبا کر رکھا تھا ان کا
استحصال کرتے تھے بڑی تعداد میں بھاگ کر قبرص میں پناہ
لے رہے تھے۔ ان مندوبین کا خیال تھا کہ لبنان کی مسلمان
اکثریت جلد ہی عیسائیوں کے مظالم و جبر و دستی سے محفوظ ہو جائیگی
اور تقسیم لبنان کا منصوبہ بھی ناکام ہو جائے گا لیکن شام کی
مسلح مداخلت سے صورت حال بدلتی نظر آرہی ہے۔ شام کے دروزی
حکمراں جو مسلمان نہیں ہیں عیسائیوں کی مدد اور مسلمانوں کی سرکوبی کے
لئے اپنے ہزاروں فوجی بھیج رہے ہیں۔ لبنان کی صورت حال اب شدید
پیچیدہ اور غیر یقینی ہو گئی ہے کہ اس کے بارے میں کوئی متعین رائے
قائم کرنا بڑا دشوار ہے۔

ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

جانیو! دشمنوں سے پیار کا وعظ کہنے والوں
کو آپ نے بہت دیکھا ہوگا مگر کیا کسی پیار کا
وعظ کہنے والے کے صحیفۂ سیرت میں اس کی مثال
بھی دیکھی ہے۔ اس کی مثال مدینہ کی گلیوں میں
ملے گی آئیے اور دیکھئے۔

اے مہاجر تمہارا آنا مبارک

عکرمہ، اسلام، مسلمان اور خود رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے دشمن جس
نے آپ کو سب سے زیادہ تکلیفیں پہونچائی تھیں۔
جب مکہ فتح ہوا تو ان کو اپنے اور اپنے خاندان
کے تمام جرم یاد آگئے اور بھاگ کر یمن چلے گئے۔
ان کی بیوی مسلمان ہو چکی تھیں وہ خود یمن گئیں،
اور عکرمہ کو تسکین دی اور ان کو لیکر مدینہ
آئیں۔ حضور کو ان کے آنے کی خبر ملتی ہے تو انکے
خیر مقدم کے لئے نکلتے ہیں۔ اور اس تیزی سے
اٹھتے ہیں کہ جسم مبارک سے چادر تک گر جاتی
ہے اور جوش مسرت میں فرماتے ہیں "اے
مہاجر سوار تمہارا آنا مبارک" غور کیجئے یہ مبارکباد
کس کو دی جا رہی ہے، یہ خوشی کس کے آنے پر
ہے، یہ معافی نامہ کس کو دیا جا رہا ہے، اس کو
جس کے باپ نے آپ کو کئی زندگی میں سب سے
زیادہ تکلیفیں پہونچائی تھیں، جس نے آپ کے جسم
مبارک پر نجاست ڈلوائی۔ جس نے بحالت نماز آپ
پر حملہ کرنا چاہا۔ جس نے آپ کے گلے میں چادر ڈالکر
آپ کو پھانسی دینی چاہی۔ جس نے دار الندوہ
میں آپ کے قتل کا مشورہ دیا۔ جس نے بدر کا معرکہ
برپا کیا اور کسی بھی طرح صلح پر راضی نہ ہوا۔
آج اسی کی آمد پر مسرت و شادمانی ہے۔
لیکن مسلمانو! تمہارا کیا حال ہے۔ اپنے
تم سے ناخوش ہیں اور بیگانے تمہارے دشمن ہیں۔
شاعر شیراز نے اس کی عکاسی کیسے درد بھرے لہجے
میں کی ہے۔

شنیدم کہ مردان راہ خدا
دل دشمنان را نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام
کہ با دوستانت خلافست و جنگ

(ہم نے سنا کہ اللہ والے دشمنوں کے
دل کو بھی نہیں توڑتے کیونکہ تجھے یہ مقام
کیسے حاصل ہو سکتا ہے جب کہ تمہیں اپنے دوستوں
سے دشمنی اور نفرت ہے)

کیا جواب دوگے؟

عبد الملک بن مروان (جو اموی سلاطین میں
سے ہے) نے جب خانہ کعبہ پر سنگ باری کی تو
سعید بن المسیب ایک حق گو بزرگ تھے انہوں نے
اس کی اس حرکت پر تنقید کی۔ جب عبد الملک بن
مروان کو اس کی خبر پہونچی تو اس نے دربار میں بلایا
اور کہا کہ تو نے میرے خلاف جو مجمع عام میں زہر افشانی
کی ہے اس کا کیا جواز ہے اور اس کی تمہیں کیا سزا دی
جائے۔ اس کے جواب میں اس مرد حق نے جو کچھ کہا
وہ حق گوئی کا شاہکار ہے۔ انہوں نے کہا دنیا کا
کوئی مسلمان بھی خانہ کعبہ پر سنگ باری گوارا نہیں کر سکتا
لیکن اے عبد الملک حیرت ہے کہ ایک مسلمان ہو کر تم نے
سب کچھ کیا۔ یاد رکھو جس حکومت اور اقتدار کے
زعم میں تو نے یہ مذموم حرکت کی ہے وہ چند
روزہ اور فانی ہے یاد رکھو جس دن خدا کے
روبرو مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے ہوگے
اور خدائے تعالیٰ تم سے پوچھے گا تو اس دن تم
کیا جواب دوگے!۔

حقیقت ہے کہ جو دل خوف خداوندی
سے پاش پاش ہو گیا وہ دنیا کی سطوت و
جبروت کے آگے جھک نہیں سکتا۔ جیل کی سلاخیں اور
بادشاہ کی زجر و توبیخ اپنا اثر کھو بیٹھتی ہیں۔

میرے پاس تو کوڑی بھی نہیں

ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے زمانۂ
خلافت میں اپنی بیوی سے فرمایا کہ انگور کھانے کو
جی چاہتا ہے تمہارے پاس کچھ ہو تو روزانہ انگور
خرید کر منگالیں۔ اہلیہ محترمہ نے جواب دیا میرے
پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے میں کہاں سے
دوں۔ آپ امیر المومنین ہیں اور آپ کے پاس
اتنا بھی نہیں کہ انگور لے کر کھالیں؟ فرمایا دل
میں انگور کی تمنا لے جانا اس سے بہتر ہے کہ
(بیت المال کے پیسے سے انگور کھا کر جس میں ہر
مسلمان کا مال ہے) کل دوزخ کی زنجیر میں جکڑا
جاؤں۔

کاش ہم مسلمان گریبان میں منھ ڈال کر
دیکھتے کہ ہمارا کیا حال ہے اور کن کن طریقوں
سے مال و دولت حاصل کرتے ہیں۔ دل خوف خدا
اور خوف آخرت سے بالکل خالی ہو چکا ہے اور
ہمیں فکر تک نہیں ہوتی۔

مجھے گناہوں کا مرض ہے

حضرت شبلیؒ (جو مشہور صوفیاء میں سے ہیں)
ایک مرتبہ ایک حکیم سے کہا کہ مجھے گناہوں کا مرض ہے
اگر اس کی دوا آپ کے پاس ہو تو مجھے عنایت
کیجئے۔ جہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سامنے
تنکا چنتا ہوا ایک شخص نظر آیا۔ اس نے سر
اٹھا کر کہا شبلی! یہاں آؤ میں اس کی تم کو دوا
بتاتا ہوں اور سنو!
حیا کے پھول، صبر و شکر کے پھل، عجز و نیاز
کی جڑ، غم کی کونپل، سچائی کے درخت کے پتے
ادب کی چھال، حسن اخلاق کے بیج یہ سب لے کر
ریاضت کے ہاون دستے میں کوٹنا شروع کر دو اور
اشک پشیمانی کا عرق ان میں روز ملاتے رہو۔ ان
سب دواؤں کو دل کی دیگچی میں بھر کر شوق کے
چولہے پر پکاؤ، جب پک کر تیار ہو جائے تو صفائی
قلب کی صافی میں چھان لینا اور شیریں زبانی کی
شکر میں ملا کر محبت کی تیز آنچ دینا جس وقت
تیار ہو کر اترے تو اسے خوف خدا کی ہوا
سے ٹھنڈا کر کے استعمال کرنا۔ اس کے بعد شبلیؒ
نے سر اٹھا کر دیکھا تو دیوانہ غائب ہو چکا تھا۔

تمہارے آقا بھی وہی کھاتے ہیں

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے سامنے جب
موت کا ذکر کیا جاتا تو ان کا جوڑ جوڑ کانپنے
لگتا تھا۔ عطاءؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز
روزانہ رات کو بڑے بڑے عالموں کو جمع فرمایا
کرتے تھے اور موت اور قیامت کا ذکر کرکے

اس قدر رویا کرتے تھے کہ جیسے کوئی سامنے جنازہ
رکھا ہے۔ خلافت کا بار آپ کے سر پر رکھے جانے
سے پہلے آپ بہت موٹے تازے تھے اور خلافت کے
بعد فکر آخرت میں گھل گھل کر اتنے لاغر ہو گئے تھے
کہ جسم کی ایک ایک ہڈی دور سے گنی جاتی تھی۔
ایک روز آپ کے غلام نے آپ کی بیوی سے شکایت
کی کہ روز دال کھاتے کھاتے ناک میں دم آگیا ہے
طبیعت بہت اکتا گئی ہے۔ اس پر محترمہ نے جواب
دیا کہ تمہارے آقا امیر المومنین بھی روزانہ
دال ہی کھاتے ہیں، جو تم کھاتے ہو۔

میں کس کے سامنے کھڑا ہو رہا ہوں

حضرت امام زین العابدین بہت عابد و زاہد
تھے۔ حضرت علیؓ کے پوتے تھے اور روزانہ ایک ہزار
رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ سفر و حضر میں کبھی آپ
کا تہجد ناغہ نہیں ہوا۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تعجب
ہے کہ لوگ فنا ہونے والے گھر کے لئے فکر کرتے ہیں
مگر رہنے والے گھر کی فکر نہیں۔ جب وضو کرتے تو چہرہ
زرد ہو جاتا اور نماز کو کھڑے ہوتے تو بدن کانپنے
لگتا تھا کسی نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا تمہیں
خبر نہیں کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہو رہا ہوں۔
افسوس چھوٹے چھوٹے واقعات سلف صالحین
کی زندگی بدلنے کے لئے کافی تھے لیکن آج ہمارے
سامنے ہزاروں واقعات ہیں لیکن بے اثری کی
کیفیت یہ ہے کہ کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

اپنی آخرت کیوں برباد کروں

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جرجانیؒ
کو دیکھا کہ روٹی کھانا چھوڑ کر ستو گھول کر
پی لیتے ہیں۔ میں نے سوال کیا کہ ان کا یہ طرز عمل ہے میں نے
سوال کیا آپ نے یہ طریقہ کیوں اختیار کر رکھا ہے؟ فرمایا
اس وجہ سے کہ میں نے لقمہ چبانے اور ستو پینے کا حساب
لگایا تو معلوم ہوا کہ ہر لقمہ پر ستر مرتبہ سبحان اللہ ناغہ
ہو جاتا ہے۔ لہٰذا میں اپنی آخرت کیوں برباد کروں۔

خوشخبری — خوشخبری

پریشان و مایوس مریض خوش ہو جائیں!

مرض خواہ کتنا ہی پُرانا یا مہلک کیوں نہ ہو، امراض مردانہ
وزنانہ، برص، پتھری، پُرانا نزلہ۔

ہمارا علاج انشاء اللہ ان کیلئے تریاق ثابت ہوگا۔

پتہ :- 2765 برٹی ہاؤس، چاکسو ران، جے پور ۲

افاداتِ گیلانی

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ ہندوستان کے معروف اور نامور محقق و مصنف اور بلند پایہ و متبحر با کمال عالم دین گذرے ہیں آپ نے سورۃ العصر کی مختصر اور جامع ترین تفسیر اپنے خصوصی و موثر انداز میں بیان فرمائی ہے جسے ہم تذکیر و تاثیر پند و موعظت کی بنیاد پر ہدیۂ قارئین کرنے کی سعادت کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔

(نیاز آگیں محمد ارشد عفا اللہ عنہ)

ایک ایسا شکنجہ جس میں جو بھی دب گیا اس کو نچوڑ کر رکھ دیتا ہے یا ایسا کولھو جس میں سخت والے ہوں یا نرم جو بھی ڈالدیے گئے ان کو پیرتے ہی چلا جانا بھی اسی کولھو کا کام ہے۔

ایک ایک قطرہ کو نچوڑ کر رکھ دینے والا اور دیدہ ریزہ سے تیل کی ایک ایک بوند کو پیر کر نکال دینے والا کولھو اسی کا نام زمانہ ہے عربی زبان میں ایک نام اسی زمانہ کا رکھا گیا اسی لئے "العصر" بھی نچوڑنا اور پیرنا عصر کے ایک معنی بھی ہیں، تمے آپ دیکھتے ہیں آفتاب مشرقی افق سے نکلتا ہے، تاریکیوں کو پھاڑتے ہوئے اور اندھیروں کو ڈھکیلتے ہوئے، نکلنے کے بعد وہی خورشید جہاں تاب چڑھتا ہے، چڑھتا ہی چلا جاتا ہے، جاہ و جلال کے آخری عروجی نقطہ پر پہنچ کر ٹھیک جب سمت الراس پر ہم اس کو پاتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا روشنی ہی روشنی سے بھر گئی، ثریٰ سے ثریا تک نور ہی نور کا جلوہ نظر آتا ہے تاریکی کافور ہو گئی، "لمن الملک الیوم" (کس کی سلطنت ہے آج کے دن) کی آواز گوش شنوا میں اگر کرۂ خورشید سے آتی ہو تو شاید حال ہی کی زبانی یہ قال ہو سکتا ہے۔

مگر ہر چوبیس گھنٹہ میں یہ نظارا ہمارے سامنے پیش آتا ہے کہ غیر محسوس طور پر آفتاب کی کرنوں کی جگمگاہٹ پھیکی پڑتے ہوئے ایک ایسے نقطے پر پہونچ جاتی ہے جس کے بعد فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ زمانے کے شکنجے اور العصر کے کولھو نے آفتابی کرنوں کو نچوڑتے پیرتے ہوئے ختم کرنا شروع کر دیا ہے، دیکھئے ایک ایک کر کے کرنیں کچل کر رکھ دی گئیں نور کا کوئی قطرہ باقی نہ رہا روشنی کا ذخیرہ خشک ہو گیا، عصر کے بعد غروب کا وقت آگیا اور ساری عظمت و شوکت خورشید کی غائب ہو گئی زمانہ کے اسی شکنجے اور العصر کے اسی کولھو میں غریب الانسان بھی ڈال دیا گیا، اسی کے چھوٹے بھی نچوڑے جا رہے ہیں اور جو ان میں بڑے گنے جاتے ہیں ان کو بھی عصر کا یہ کولھو پیر رہا ہے، نچوڑ رہا ہے پیرتا چلا جا رہا ہے، نچوڑتا چلا جا رہا ہے۔ بڑھنے کے بعد گھٹ رہے، اونچے ہونے کے بعد نیچے ہو رہے ہیں اور آخر میں یہ کہ اسی العصر کے کولھو میں پڑ جانے کا نتیجہ ہے اپنے آپ کو جو سمجھتے ہیں کہ "ہم ہی سب کچھ ہیں" انہیں دیکھا جا رہا ہے کہ "کچھ نہیں" ہو ہو کر ختم ہو رہے ہیں۔

"قسم ہے العصر کی قطعاً انسان ٹوٹے اور خسارے میں ہے" یہ جو قرآن کی سورہ العصر کی پہلی آیت "والعصر ان الانسان لفی خسر" کا لفظی ترجمہ ہے ایک واقعہ ہے جو ہر ایک کے سامنے پیش ہو رہا ہے ہم بھی دیکھ رہے ہیں اور ہم سے پہلے بھی دیکھنے والے دیکھتے چلے آ رہے ہیں۔

سوال یہی ہے کہ العصر کے اس شکنجے اور کولھو میں پھنس جانے کے بعد نچوڑے جانے اور پیرے جانے کے اس قدرتی عمل سے بچ نکلنے کی بھی کوئی ممکنہ صورت ہے؟

اس سوال کے جواب میں کسی فلسفی کا دماغ اور شاعر کا ذہن نہیں بلکہ قدرت کے قانون کا جو منشی ہے اس نے "الانسان" کی شخصی بقا اور نوعی بقا دونوں باتوں کی ضمانت لیتے ہوئے اطلاع دی ہے کہ جس نے پیدا کیا ہے اس کی مرضی سے آگاہی حاصل کرنے اور اس کو مان لینے کے بعد اس کی مرضی کے مطابق اپنے آپ کو رکھنے کی کوشش میں جو مشغول رہیگا "الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات" (مگر جنھوں نے میری باتوں کو جو رسولوں کے ذریعہ پہنچائی گئی ہیں ان کو مان لیا اور کرتا رہا اچھے کام یعنی خدا کی بتلائی باتوں کے مطابق کام کرتا رہا) کا مصداق بنا رہے گا" اسی کو شخصی بقا کی بشارت دی گئی ہے زمانے کے شکنجے اور العصر کے کولھو میں پھنس جانے کے بعد باوجود نچوڑے اور پیرے جانے کے وہ پائے گا کہ نچوڑا نہیں گیا اور نہ پیرا ہی گیا بلکہ ساری زندگی اس کی اس سے بھرنے اور عرق ہی عرق سے معمور ہونے میں گذرتی رہی ہے اور یہ تو شخصی بقا کی ضمانت ہوئی باقی "الانسان" کی نوعی بقا کی ترکیب زمانے کے شکنجے میں کس جانے کے بعد کیا ہے۔ العصر کے اس کولھو میں گردش کھانے والوں کو رحمت و زحمت نعمت و مصیبت ان ہی دونوں حالتوں میں سے کسی ایک حال سے بہرحال گذرنا پڑتا ہے۔ راحت جب میسر آتی ہے اس گردش میں سکون کی کیفیت جب محسوس ہوتی ہے تو آدمی کا دماغ بہکنے لگتا ہے، جو واقعہ ہے اس سے نگاہیں پھر جاتی ہیں اور حقیقت سے جن باتوں کا تعلق نہیں ہوتا کچھ اسی قسم کی باتوں کے سوچنے کے خفقان میں وہ مبتلا ہو جاتا ہے یہی بڑی نازک اور حد سے زیادہ کڑی گھڑی ہوتی ہے، سچ کو سچ ہی مانتا رہے حق کے سامنے سے ہٹنے نہ پائے، اس کے لئے بھی ضرورت ہوتی ہے اور اس سے زیادہ اسی وقت جب دماغوں کو مصائب و آفات بوکھلا دیتے ہیں، حالات و حوادث ہوش بگاڑ دیتے ہیں حواس کو پراگندہ اور پریشان کر دیتے ہیں زندگی کی ان دونوں منزلوں میں ضرورت ہوتی ہے کہ خواہ دو ہی آدمی باقی رہ گئے ہوں لیکن اس میں اسی وقت جب نعمت کی گھڑیاں ہوں ایک دوسرے کو "حق" پر ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہنے اور ڈٹے رہنے کی تلقین و وصیت اس طور پر کرنا چاہئے کہ جو سچ ہے وہ سچ ہی معلوم ہوتا رہے نگاہ سے جھجکے نہیں اسی طرح جب مصائب کے بادل گھر آئیں آفات و حوادث کی تیز آندھیاں چل رہی ہوں تو چاہئے کہ یہی دو آدمی ہی ایک دوسرے کی ڈھارس قلب کی اس کیفیت کے پیدا کرنے بندھاتے رہیں جس کا نام عربی میں الصبر ہے جو قرآن کی اصطلاح میں دل کے اس حال کا نام ہے جب سارے اسباب سے مایوس ہو کر اللہ کے سوا اپنے پاس آدمی کسی اور کو نہ پائے "وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر" کے الفاظ میں غور کیجئے اور الانسان کی نوعی بقا کے راز کو پانا چاہتے ہوں تو ان ہی الفاظ سے پانے کی کوشش کیجئے وعظ و تلقین کے ساتھ تواصی بالحق اور تواصوا بالصبر ہی کا ایک طریقہ یہ بھی ہے جو اجتماعوں کی شکل میں آپ کے سامنے آتے رہتے ہیں، انسان انسان بن کر دنیا میں پھلے پھولے، اپنی نسلوں کو پھیلاتا رہے اس کی تدبیر خود سوچئے تواصی بالحق اور تواصو بالصبر کے مذکورہ بالا طریقوں کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

اب اس کے بعد پھر ایک مرتبہ سورہ العصر کا ترجمہ اور مفہوم سن لیجئے تاکہ حقیقت ذہن نشین ہو جائے چنانچہ خدائے ذوالجلال فرما رہا ہے کہ:

"قسم ہے زمانہ کی (جس میں نفع و نقصان واقع ہوتا ہے) کہ انسان (بوجہ تضییع عمر کے) بڑے خسارے میں ہے، مگر جو لوگ کہ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے (کہ یہ کمال ہے) اور ایک دوسرے کو (اعتقاد) حق پر (قائم رہنے) کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہے"

مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ انسان ایمان اور ایمان صالح تواصی بالحق اور تواصوا بالصبر والی زندگی اختیار کئے ہوئے ہو اور اسی راہ پر گامزن ہو تو العصر کے کولھو میں اپنے کو پیرا ہوا نہیں پائے گا اور تضییع عمر کے جال میں اپنے آپ کو پھنسا ہوا نہیں پائے گا۔

اللہ کی توفیق ہو اور عزم مصمم ہو تو بیشک یہ آسان بھی ہے۔

ضرورت ہے

پندرہ روزہ "تعمیر حیات" کیلئے ہندوستان کے مختلف مقامات اور تجارتی مراکز میں دیانتدار اور محنتی گشتی سفیروں کی جو اشتہارات وصول کریں اور نئے خریدار بنائیں۔

خواہشمند حضرات اس پتہ پر خط و کتابت کریں

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس ۹۳ ندوہ لکھنؤ

ایکو

دور حاضر کی بہترین گھریلو دوا

نورانی تیل

ہر قسم کے جسم کے درد چوٹ۔ زخم۔ جلنے کٹنے کی بہترین دوا

جعلی ٹریڈ مارک اور ڈبہ کے نقلی سے ہوشیار رہیں۔

انڈین کیمیکل کمپنی۔ مئوناتھ بھنجن (یوپی)

تاریخ کے دریچے سے!

شاہی خزانے کی حفاظت میں ایمانداری

سلطان محمود غزنوی نے امیر حاجب التونتاش کو خوارزم میں مامور کیا، اور اس کی تنخواہ ایک لاکھ بیس ہزار دینار مقرر کی، خوارزم کی کل آمدنی ساٹھ ہزار دینار تھی، اس لئے ایک سال کے بعد التونتاش نے شاہی دربار میں لکھ بھیجا کہ وہ اپنی تنخواہ میں ۶۰ ہزار دینار تو خوارزم کی آمدنی سے وضع کرے گا، اور بقیہ ساٹھ ہزار دینار شاہی خزانہ سے بھیجے جائیں، سلطان محمود غزنوی کے وزیر احمد حسن میمندی کو یہ بات پسند نہ آئی، اس نے التونتاش کو لکھ بھیجا کہ خوارزم کی آمدنی تو شاہی خزانہ میں آنی چاہئے، اور وہ اپنی تنخواہ الگ سے وصول کرے تاکہ محمود اور التونتاش میں فرق باقی رہے ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ وہ سلطان کو حقیر نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے وزیر کو غافل و جاہل تصور کرتا ہے، آقا کے حق میں غلاموں کی شرکت سے بڑے خطرے پیدا ہو جاتے ہیں، یہ لکھ کر وزیر احمد نے التونتاش کے پاس دس غلام بھیجکر ۶۰ ہزار دینار شاہی خزانے کے لئے منگوائے اور التونتاش کو علیحدہ سے تنخواہ دلائی۔

ہندی نوازی: پنجاب کی مصنف کی روایت ہے کہ جب سلطان محمود غزنوی نے کالنجر کے راجہ پر حملہ کیا تو کالنجر کے سوامی راجا نندا نے ایک چھند سلطان محمود غزنوی کی شان میں لکھ کر اس کے پاس بھیجا، جب سلطان نے اپنے یہاں کے ہندی جاننے والے درباریوں سے چھند کا مطلب سنا تو وہ اتنا خوش ہوا کہ اس نے نہ صرف کالنجر پر حملہ کرنے کا خیال ترک کر دیا، بلکہ راجہ کو چودہ قلعے اپنی طرف سے انعام میں دئے۔

طالبعلموں سے ہمدردی: تاریخ فرشتہ میں ہے کہ ایک رات سلطان محمود محل سرا سے پاپیادہ جا رہا تھا، فراش طلائی شمع دان لئے آگے چل رہا تھا، راستہ میں ایک غریب طالب علم کو دیکھا کہ کسی دوکان کے چراغ کے سامنے کھڑا کتاب کا مطالعہ کر رہا ہے، معلوم ہوا کہ وہ چراغ بھی مقدور نہیں رکھتا، سلطان محمود نے اسی وقت اپنا شمعدان اسے بخش دیا، پچھلی رات خواب میں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی کہ آپ نے اس علم پروری پر تحسین اور دعائے خیر ارشاد فرماتے ہیں۔

سلطنت کی بدنظمی پر ایک بڑھیا کی تنبیہ: تاریخ گزیدہ میں ہے کہ نیشاپور سے ہندوستان تک تجارتی قافلہ آیا جایا کرتا تھا ایک دفعہ قزاقوں نے ایک قافلہ لوٹ لیا، اسی میں ایک بڑھیا کا نواسہ یا بیٹا بھی تھا وہ بہت مغموم بادشاہ کے دربار تک آئی، اور اپنی پُر درد داستان بادشاہ کے گوش گذار کی، سلطان نے تمام حالات سن کر جواب دیا کہ وہ مقام جہاں یہ واقعہ ہوا ہے، میرے پایہ تخت سے بہت دور ہے، اس لئے اس کا انتظام مشکل ہے، بڑھیا نے بے ساختہ کہا "اے بادشاہ! جب تم اس ملک کا انتظام نہیں کر سکتے ہو تو اپنے قبضہ میں کیوں رکھتے ہو۔ چھوڑ دو کہ دوسرا انتظام کرے، اور اتنا ہی حصہ اپنے قبضہ میں رکھو جس کا انتظام کر سکو، بڑھیا کی یہ بات سلطان کے دل میں اتر گئی، اس نے اس کو تسکین دے کر رخصت کیا، اور ان قزاقوں کو گرفتار کرنے کی فکر میں رہا، آخر اس کی سمجھ میں ایک تدبیر آئی، اس نے اعلان کیا کہ اس راستہ سے تجارتی قافلے جا سکتے ہیں اور ان کا ذمہ دار سلطان ہوگا، ایک کارواں اس طرف روانہ ہوا تو اس نے پانچ سو غلاموں کو تاجروں کے بھیس میں ان کے ساتھ کر دیا اور میووں کی بڑی مقدار دے کر ان کو میووں کا تاجر بنایا، جب یہ کارواں اس منزل پر پہنچا جہاں قزاق رہتے تھے، تو مقیم ہو گیا، اور میوے دھوپ میں سوکھنے کے لئے پھیلائے گئے، قزاقوں نے قافلہ کے ساتھ کوئی فوج نہیں دیکھی جس کی ان کو توقع تھی، تو اس پر حملہ کر دیا، اور پھیلے ہوئے میووں پر ٹوٹ پڑے لیکن میوے سب زہر آلود تھے، وہ کھاتے گئے اور مرتے گئے، سلطان محمود نے ادھر سیستان کے والی کو لکھ بھیجا تھا کہ فوج لے کر ان قزاقوں کو تباہ کر دو، اور جب یہ فوج پہنچی تو جو قزاق باقی رہ گئے تھے وہ تہ تیغ کر دئے گئے اس طرح راستہ پُر امن ہو گیا۔

عدول حکمی کی سزا: نیشاپور کی ایک عورت نے وہاں کے عامل کے ظلم کے خلاف فریاد کرنے غزنی سلطان محمود کے پاس پہنچی اور اس نے عرض کیا کہ عامل نے اس کی زمین لیکر اپنے قبضہ میں کر لیا ہے، سلطان محمود نے عامل کو ایک فرمان لکھ بھیجا کہ وہ زمین عورت کے حوالہ کر دے، عامل نے وہ زمین واپس نہیں کی اور یہ کہا کہ یہ زمین اس عورت کی نہیں، اس عورت نے سلطان محمود کے دربار میں پہونچکر پھر فریاد کی، سلطان محمود نے غلام بھیجکر عامل کو نیشاپور سے غزنی بلایا اور جب عامل دربار پہونچا تو سلطان محمود نے حکم دیا کہ شہر کی سرائے کے دروازے پر کھڑا کر کے اس کو ایک ہزار ڈنڈے مارے جائیں، عامل نے اس سزا سے بچنے کی کوشش کی لیکن اس کی شنوائی نہ ہوئی جب ہزار ڈنڈے مارے جا چکے تو سلطان محمود نے اس سے کہا کہ یہ سزا اس لئے ہے کہ تم نے ایک فرمان کو نظر انداز کیا، تم فرمان کی تعمیل کر کے اپنی معروضات پیش کر سکتے تھے، کہ یہ زمین تمہاری ہے، عورت کی نہیں ہے، تو تمہارے کہنے پر عمل کیا جا سکتا تھا، تمرد کی سزا عبرتناک ہونی چاہئے۔

احترام کلام پاک: حضرت خواجہ معین الدین چشتی (المتوفی ۶۳۳ھ ۱۲۳۶ء) کی روایت ہے کہ ایک بزرگ نے سلطان محمود غزنوی کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا، پوچھا خدا تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ جواب دیا کہ ایک رات میں کسی قصبہ میں مہمان تھا، جس مکان میں ٹھہرا تھا، وہاں طاق پر قرآن شریف کا ایک ورق رکھا تھا، میں نے خیال کیا کہ یہاں ورق مصحف رکھا ہوا ہے، سونا نہ چاہئے، پھر دل میں خیال آیا کہ ورق مصحف کو کہیں اور رکھوا دوں اور خود یہاں آرام کروں، پھر سوچا کہ یہ بڑی بے ادبی ہوگی کہ اپنے آرام کی خاطر ورق مقدس کی جگہ تبدیل کروں، اس ورق کو دوسری جگہ منتقل نہیں کیا، اور تمام رات جاگتا رہا، میں نے کلام پاک کے ساتھ جو ادب کیا اسی کے بدلے حق تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا۔

گجرات کے باشندوں کی دیانتداری: شہر نہروالہ میں کسی سوداگر نے ایک دلال کے پاس نو لاکھ بالوترے امانت رکھوائے تھے، کچھ عرصے کے بعد سوداگر کا انتقال ہو گیا، تو دلال نے اس کے لڑکے کو بلا کر کہا، بہت عرصہ ہوا کہ تمہارے باپ نے نو لاکھ بالوترے میرے پاس امانت کے طور پر رکھوائے تھے وہ لے لو، لڑکے نے جواب دیا مجھے اس کے متعلق کچھ علم نہیں، شاید کسی بہی میں لکھے ہوں منگوا کر دیکھتا ہوں، بہی کھاتے منگوا کر دیکھے گئے تو کسی میں بھی اس رقم کا اندراج نہ تھا، اس پر لڑکے نے کہا کہ اگر میرے باپ نے تمہارے پاس ۹ لاکھ بالوترے رکھے ہوتے تو ضرور درج ہوتا، مگر چونکہ ایسا نہیں ہے اس لئے میں تم سے یہ رقم نہیں لے سکتا، دلال اصرار کرتا رہا کہ تمہاری رقم ہے تمہیں لینی ہوگی، لڑکا انکار کرتا رہا، کہ میں ہرگز نہیں لے سکتا کیونکہ میرے کھاتے میں درج نہیں، یہ جھگڑا اتنا بڑھا کہ دونوں کو فیصلہ کے لئے نہروالہ کے حکمراں راجہ جے سنگھ کے دربار میں جانا پڑا، راجہ نے دونوں کے بیانات سنکر کہا کہ اگر تم دونوں میں سے کوئی بھی یہ رقم رکھنے کو تیار نہیں تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کو کسی ایسے مصرف میں لے آؤ جس سے خدا کی مخلوق کو فائدہ اور مرنے والے سوداگر کو ثواب پہنچتا رہے، چنانچہ اسی رقم سے نہروالہ میں نو لکھا تال بنایا گیا جو اس وقت اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔

غیر ملکیوں کے ساتھ انصاف: سلطان شہاب الدین غوری (المتوفی ۶۰۲ھ ۱۲۰۶ء) نہروالہ میں راجپوتوں سے لڑا، لیکن لڑائی میں ناکام رہا، اس ناکامی کے بعد غزنی میں لوٹ کر کچھ ہی دن گذرے تھے، اور وہ اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے جنگی تیاریوں میں مصروف تھا کہ کسی نے اسکو لکھ بھیجا کہ نہروالہ میں ایک مشہور ہندو سوداگر ہے جس کا نام وسالہ ابھر ہے، وہ ہمیشہ لاکھوں کا مال تجارت کی غرض سے ان علاقوں میں بھجوایا کرتا ہے، چنانچہ اس وقت بھی اس کا قریب دس لاکھ کا مال غزنی میں پڑا ہے اگر بادشاہ سلامت چاہیں تو اس مال کو ضبط کر کے خزانہ میں بھجوایا جا سکتا ہے، اس سے نہ صرف خزانہ معمور ہوگا بلکہ شاہی شان و شوکت میں بھی اضافہ ہوگا، سلطان نے اس کا جواب لکھا بھیجا کہ وسالہ ابھر کا یہ مال اگر نہروالہ میں ہوتا اور وہاں اس پر قبضہ کیا جاتا تو ہمارے لئے حلال تھا، لیکن غزنی میں اس مال پر قبضہ کرنا عدل کے خلاف ہے۔

احترام استاد: شہاب الدین غوری کا ایک امیر تاج الدین یلدز تھا، اس کا ایک لڑکا ایک استاد سے پڑھ رہا تھا کہ استاد نے تادیب کے لئے غصہ میں ایک کوڑا لڑکے کے سر پر دے مارا جس سے وہ مر گیا تاج الدین یلدز کو خبر ہوئی تو استاد کو بلایا، زاد راہ دے کر کہا کہ اس لڑکے کی ماں کو خبر ہونے سے پہلے تم یہاں سے چلے جاؤ ——

بقیہ صـ۲

علامہ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے (الاتقان میں) تابعی جلیل حضرت سعید بن جبیرؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ سب سے آخر میں (وفات سے ۹ دن قبل، سورہ بقرہ کی آیت ۲۸۱) واتقوا یوماً ترجعون الی اللہ الآیۃ نازل ہوئی۔ قرآن مجید کی کل ۱۱۴ سورتوں میں مدنی سورتوں کی تعداد ۲۳ ہے۔ حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) کے بیان کے مطابق باقی ۹۱ سورتیں مکی ہیں۔

اکثر مدنی سورتیں طویل ہیں اور مکی سورتیں مختصر۔ تمام طویل ترین سورتیں مثلاً بقرہ، آل عمران، النساء، مائدہ، انفال اور توبہ مدنی ہیں، اس ظاہری فرق کے علاوہ معنوی طور پر دونوں کے درمیان ایک اہم فرق یہ ہے کہ مکی سورتوں میں تفصیلی قوانین نہیں ہیں بلکہ ان میں زیادہ تر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا بیان، توحید کا اثبات اور اس پر دلائل ہیں نیز فرمانبردار بندوں پر اس کے انعامات نافرمانوں پر عذاب کی خبریں، قیامت اور اسکی ہولناکیوں کے تذکرے، دوزخ اور اس کے ہیبتناک اور رونگٹے کھڑے کر دینے والے عذاب کا ذکر، جنت اور اس کی نعمتوں کا لذت افزا بیان، بلند اخلاق اور اعلیٰ اوصاف اپنانے کی ترغیب، مصیبتوں پر صبر کرنے اور ظالم کو معاف کرنے اور اس سے درگزر کرنے کی تلقین، گذشتہ اقوام و ملل کی عبرت خیز داستانیں اور ان جیسے دیگر مضامین ہیں، مدنی سورتوں میں مذکورہ مضامین کے علاوہ احکام و قوانین ہیں اور یوں کہنا چاہئے کہ قرآن مجید کا قانونی حصہ تمام تر یا بیشتر مدینہ طیبہ میں ہی نازل ہوا اور یہ بات بالکل قرین عقل اور فطری ترتیب کے مطابق بھی ہے کیونکہ مکی دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اس پوزیشن میں تھے ہی نہیں کہ انہیں تفصیلی قوانین برتنے کا موقع ملتا کیونکہ وہاں زیادہ تر طاقت تمام تر اغیار کے جور و ستم سہنے ان کا نشانۂ ملامت و ہدف تنقید بننے اور جوابی نیز حفاظت کی تدبیریں کرنے میں ہی انکا وقت گذرا، اس خارجی اور ظاہری سبب کے علاوہ اس سے بھی زیادہ اہم سبب، مکہ میں مدنی قوانین نازل نہ ہونے کا یہ تھا کہ قوانین سے پہلے ان کو دل سے قبول کر لینے اور ان پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا کرنے کی ضرورت تھی کہ اس کے بغیر کوئی قانون اپنا دائمی اثر نہیں دکھا سکتا جیسا کہ آج کی دنیا میں واقعاتی ثبوت آئے دن ملا کرتا ہے اس بنا پر مکہ معظمہ کے قیام کا زمانہ عقیدہ کی درستگی، مابعد الموت زندگی اور اس کے حق ہونے کا یقین، خداوند ذوالجلال کی حی و قیوم، سمیع و بصیر ذات کا صحیح اذعان، اور ایک دن اس کے سامنے پیشی ہونے کا اعتقاد پختہ کرنے میں ہی اکثر صرف ہوا۔

ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اسلام لانے والوں کی (تعداد نہایت قلیل ہونے کے ساتھ ان کی) زندگی بہت محدود اور اس کے مسائل نہایت مختصر تھے لیکن مدینہ طیبہ میں ہر اعتبار سے حالات بالکل مختلف تھے۔ وہاں ہمہ جہتی مسائل زندگی سے سابقہ، جنگ و صلح ہر قسم کے حالات کا سامنا تھا، اور اسلام لانے والوں کی تعداد بھی ہزاروں سے متجاوز ہو چکی تھی، لہٰذا ضرورت تھی کہ انہیں تفصیلی قوانین دئے جائیں، چنانچہ جیسی جیسی ضرورتیں پیش آتی رہیں اسی کے مطابق قوانین نازل ہوتے رہے۔ اس فرق کو سمجھنے کے لئے ایک مثال پیش کی جاتی ہے وہ یہ کہ مکہ معظمہ میں مسلمان اس پوزیشن میں نہیں تھے کہ مجرمین پر حدود (شرعی سزائیں) جاری کر سکیں اس لئے وہاں حدود اور تعزیرات سے متعلق قوانین نازل نہیں ہوئے کیونکہ اگر وہاں یہ احکام نازل ہو جاتے تو عمل کی نوبت ہی کہاں آپاتی گویا اس طرح سے یہ احکام غیر عملی بلکہ ایک لحاظ سے بے معنی ہو کر رہ جاتے۔ مگر جب مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ فروکش ہو گئے اور وہاں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسی برتری عطا فرما دی کہ وہ نظم مملکت چلائیں اور مجرمین کو قرار واقعی سزا دے سکیں تو حدود و تعزیرات سے متعلق احکامات رفتہ رفتہ عطا کئے گئے، غالباً یہ ایک مثال ہی مکی دور میں مدنی قوانین نازل نہ ہونے کی حکمت سمجھنے کے لئے کافی ہوگی۔

مضامین قرآنی:

جیسا کہ اوپر کہا گیا قرآنی مضامین کی تعداد میں اختلاف ہے، لیکن اس کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد بنیادی طور پر وہی پانچ قسمیں نظر آتی ہیں جن کا ذکر شاہ ولی اللہؒ کے حوالہ سے اوپر گذر چکا ہے۔

۱۔ علم الاحکام، یعنی وہ قوانین و ہدایات جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ فلاں کام ممنوع ہے فلاں ضروری فلاں نامناسب، اور فلاں پسندیدہ، اس کے تحت زندگی کے وہ تمام کام آجاتے ہیں جو انسان کرتا یا کر سکتا ہے خواہ وہ عبادت سے تعلق رکھتے ہوں یا معاملات سے، تدبیر منزل سے متعلق ہوں یا سیاست عالم سے، اس قسم کے مضامین پر مشتمل قرآن مجید کی (تقریباً چھ ہزار آیتوں میں سے) تقریباً پانچ سو آیتیں ہیں۔

۲۔ قرآن کا ایک حصہ ان قوموں اور شخصیتوں کے تذکرہ پر مشتمل ہے جو قرآن نازل ہونے سے پہلے اس جہان میں آباد تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زندگی عطا کی پھر جس طرح اس کے جسمانی تقاضے پورا کرنے کے لئے بہت سی نعمتیں پیدا کیں اسی طرح اس کو روحانی غذا فراہم کرنے اور بھولا سبق یاد دلانے کے لئے بے شمار انبیاء و رسل بھیجے، جن قوموں یا افراد نے ان کی بات مانی اور ان کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے وہ شادکام اور بامراد ہوئے اور جن قوموں یا لوگوں نے ان کا کہنا نہیں مانا وہ عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کئے گئے، ان دونوں جماعتوں کے حالات و واقعات سے قرآن مجید کا معتدبہ حصہ بھرا ہوا ہے، حالانکہ قرآن مجید تاریخ کی کتاب نہیں ہے کہ اس میں واقعات محض تاریخی طور پر ذکر کئے جاتے بلکہ وہ کتاب ہدایت ہے چونکہ ہدایت ملنے کا سبب بسا اوقات واقعات بن جاتے ہیں اس لئے بکثرت واقعات ذکر کئے گئے ہیں مگر بس صرف وہی واقعات اور ان کا بھی صرف وہی حصہ بیان کیا گیا جس میں نصیحت و عبرت کا پہلو ہے، اس لئے بیان میں نہ واقعاتی ترتیب ہے نہ مورخانہ تفصیل، انسانی طبیعت کی افتاد ہی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ واقعات سے جتنا اثر لیتی ہے کسی اور چیز سے کم ہی لیتی ہوگی اس وجہ سے قرآن مجید نے بعض واقعات کئی کئی بار ذکر کئے اور ان کے وہ حصے بار بار دہرائے جن سے کوئی خاص سبق حاصل کیا جا سکتا ہے، لیجئے دیکھئے کہ قرآن کا یہ حصہ بڑا ہی موثر ہے اور سچ پوچھئے تو اصل پیغام اثر انگیز انداز میں ان واقعات ہی کی زبان سے سنا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں قرآن مجید کے اندر بہت سی قوموں کے تذکرے ہیں کسی کا مختصر کسی کا مفصل کسی کا ایک بار اور کسی کا کئی بار۔

جن نبیوں اور قوموں کا ذکر قرآن میں بار بار آیا ہے ان میں نوح علیہ السلام اور ان کی قوم بھی ہے۔ نوح علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ اور اس کے لئے ان کی سرفروشی اور مصیبتیں جھیلنے بالآخر تنگ آکر اور مایوس ہو کر قوم کے لئے بد دعا کرنے کا بیان (کہیں مفصل کہیں مختصر، کہیں کوئی جز اور کہیں دوسرا جز) قرآن میں آٹھ دس جگہ ہے سب سے زیادہ تفصیل سورہ ہود (آیت ۲۶ تا ۴۹) اور سورہ نوح میں ہے (اور اس سورہ کا نام "نوح" اسی وجہ سے رکھا ہے) دعوت و تبلیغ کی راہ میں نوح علیہ السلام کی دلسوزی اور قوم کی سرکشی اور اس کی بے رخی کی تفصیل ایسے دلدوز انداز میں سنائی گئی ہے کہ سننے والا اگر بالکل بے حس نہیں ہو گیا ہے، آج بھی اثر لئے بغیر نہیں رہ سکتا، یہاں اس سلسلہ کی چند آیتیں اور ان کا ترجمہ پیش کرنا بے محل نہ ہوگا۔

نوح علیہ السلام نے فرمایا:-

"یٰقوم اعبدوا اللہ ...... لعلکم ترحمون (اعراف ۵۹ تا ۶۳)

(اے میری قوم! اللہ ہی کی بندگی کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں ڈرتا ہوں کہ ہولناک عذاب کا دن تمہارے سامنے نہ آجائے (اگر تم نے میری بات نہ مانی) اس پر اس کی قوم کے سربرآوردہ لوگوں نے جواب دیا ہمیں دکھائی دیتا ہے کہ تم کھلے طور پر گمراہی میں پڑ گئے ہو، (اسی وجہ سے تم بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو) نوحؑ نے کہا بھائیو! یہ بات نہیں کہ میں گمراہی میں پڑ گیا ہوں میں تو تمام جہان کے پروردگار کا بھیجا ہوا آیا ہوں اور اسی کا پیغام تمہیں پہونچاتا ہوں اور تمہارا سچا ہی خواہ ہوں اور اللہ کی طرف سے اس بات کا علم رکھتا ہوں جو تمہیں معلوم نہیں، کیا تمہیں اس بات پر اچنبھا ہو رہا ہے کہ تمہارے پروردگار کی نصیحت ایک ایسے آدمی کے ذریعہ تمہیں پہونچی جو تم ہی میں سے ہے اور اس لئے پہونچی تاکہ (انکار و بدعملی کے نتائج بد سے) خبردار کر دے اور تم برائیوں سے بچو اور رحمت الٰہی کے مستحق بنو۔

دوسری جگہ (سورہ ہود آیت ۲۸، ۲۹) فرمایا گیا:-

"قال یٰقوم أرأیتم الآیۃ ......

(اے میری قوم کے لوگو! تم نے اس بات پر بھی غور کیا؟ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک روشن دلیل پر ہوں اور اس نے اپنے پاس سے ایک رحمت بھی بخشی ہو اور وہ تمہیں دکھائی نہ دے تو (میں اس کے سوا کیا کر سکتا ہوں کہ تمہیں سمجھاؤں) کیا جبراً ہم تم کو سیدھے راہ پر لگا دیں جب کہ تم بیزار ہو؟ لوگو! (اس پر بھی غور کرو) یہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر مال و دولت (یا عزت و اقتدار کا) تم سے طالب نہیں ہوں میری مزدوری اللہ پر ہے)

ایک مرتبہ نوحؑ نے یوں فرمایا:-

(اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو! اس پر کہنے لگے کہ تمہاری بات ماننے والے گھٹیا درجہ کے رذیل لوگ ہیں (جو معمولی پیشہ ور ہیں) اب تمہاری اطاعت کر کے ان پست لوگوں کے برابر خود کو کیسے کر لیں) حضرت نوحؑ نے کہا کہ وہ کیا پیشہ کرتے ہیں (ذریعہ معاش کے لئے) اس کا مجھے کیا علم (یا مجھے اس سے کیا سروکار)۔

سورہ ہود میں ان پیشہ ور لوگوں کے بارے میں یہ کہا:-

(اے میری قوم کے لوگو! مجھے بتلاؤ اگر میں ان لوگوں کو اپنے پاس سے نکال باہر کر دوں (اور اللہ کی طرف سے مواخذہ ہو جس کے نزدیک

معیار قبولیت ایمان و عمل ہے نہ کہ تمہاری گڑھی ہوئی شرافت و رذالت) تو اللہ کے مقابلہ میں کون ہے جو میری مدد کرے گا (افسوس تم پر کہ تم غور نہیں کرتے) اور دیکھو! میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں نہ میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں فرشتہ ہوں، میں یہ بھی نہیں کہتا کہ جن لوگوں کو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو اللہ انہیں کوئی بھلائی نہیں دیگا (جیسا کہ تم سمجھتے ہو) اللہ ہی بہتر جانتا ہے جو ان لوگوں کے دل میں ہے (دل کی حالت پر فیصلہ ہوتا ہے ظاہر پر نہیں) اگر میں بھی ایسی بات کہوں (یعنی تمہاری ہاں میں ہاں ملاؤں) تو ظالموں میں میرا بھی شمار ہوگا اس بیان پر لوگوں نے کہا (جب وہ لوگ لاجواب ہو گئے اور کوئی جواب بن نہ پڑا) اے نوحؑ! تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت زیادہ کیا (ہر حال ہم تو تمہاری بات ماننے کے نہیں کتنا ہی کہو اب تم سے جو ہو سکے کر لو) اور جس بات کا وعدہ کیا ہے (عذاب الٰہی کا) وہ ہمیں دکھا دو"

سورہ شعراء میں ہے کہ انہوں نے حضرت نوحؑ کو دھمکی دی اور کہا کہ اگر تو (سمجھانے بجھانے سے) باز نہ آیا تو پتھروں سے مار مار کر ہلاک کر دیا جائے گا۔ غرضیکہ قرآن کی تصریح (سورہ عنکبوت) کے مطابق، نوحؑ ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کے لئے دعوت و تبلیغ کا کام کرتے رہے مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی پھر جب بالکل مایوس ہو گئے تو خود ہی پروردگار عالم کی بارگاہ میں (فریاد کے طور پر) اپنا حال دل سنایا اور ناکامیوں کی روداد اور قوم کی سنگدلی و شقاوت کی تفصیل پیش کی اور بڑے ہی موثر اور بے بسی کے انداز میں پیش کی! اصل لطف تو قرآن کے سمجھنے والے ہی اٹھا سکتے ہیں تاہم ترجمہ سے بھی کچھ نہ کچھ اندازہ تو ہو ہی سکتا ہے اس لئے ان آیتوں کا ترجمہ بھی پیش کیا جا رہا ہے۔

(سورہ نوح آیات ۵ تا ۲۰ قال رب انی دعوت قومی الخ)

(آخر میں مایوس ہو کر نوحؑ نے پروردگار میں فریاد کی، "اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو دن و رات حق کی طرف بلایا لیکن میں جتنا بلاتا وہ اتنا ہی اور دور بھاگتی رہی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب کبھی میں نے انہیں دعوت دی کہ تم اپنے پیدا کرنے والے کی اطاعت کرو تاکہ اے پروردگار تو ان کی مغفرت کرے تو وہ لوگ اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیتے (اور بے رخی بلکہ نفرت ظاہر کرنے کے لئے) اپنے کپڑے اپنے اوپر لپیٹ لیتے چنانچہ وہ اپنی ضد پر قائم رہے اور میری بات ماننے میں اپنی توہین محسوس کی (اور بات ماننا تو کجا) پھر بھی میں مایوس نہ ہوا بلکہ) اور زیادہ زور و قوت کے ساتھ ان کو دعوت دی، کھل کر بھی (مجمع عام میں) اور چھپ کر بھی (ہر ایک کو الگ الگ خاموشی کے ساتھ سمجھایا) اور میں نے ان سے کہا اپنے گناہوں کی معافی اپنے پروردگار سے مانگ لو (وہ ضرور معاف کر دے گا) وہ بڑا ہی بخشنے والا ہے (اور وہ نہ صرف گناہ معاف کر دے گا بلکہ دنیاوی نعمتیں بھی بکثرت عطا کرے گا) بارش برسائے گا کہ جل تھل ہو جائے، تمہاری اولاد و مال میں ترقی عطا کرے گا، اور تمہارے لئے باغ لگا دے گا اور نہریں بہائے گا (آخر میں یہ بھی کہا کہ) تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کے قائل نہیں ہوتے! حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح سے بنایا۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے اس نے چاند کو نور اور سورج کو روشنی پھیلانے کے لئے روشن چراغ بنایا اللہ نے تم کو ٹھیک خاص طور پر پیدا کیا پھر تم کو (موت کے بعد) زمین ہی میں لے جائے گا اور (قیامت کے بعد) پھر اسی زمین سے تم کو باہر (زندہ سلامت) نکالے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو تمہارے لئے فرش کی طرح بنایا (اور ایسا بنایا) کہ تمہیں اس میں کشادہ سڑکیں چلنے کے لئے ملیں۔

اپنے دعوتی اعزاز کی یہ تفصیل بارگاہ خداوندی میں پیش کرنے کے بعد پھر کہا،

"اے پروردگار ان لوگوں نے میرا کہنا نہیں مانا اور ایسے لوگوں کے پیچھے چلے۔ جنہیں مال و دولت کے غرور نے بگاڑ کر رکھ دیا ہے اور جنہوں نے (حق کو مٹانے اور میرا اثر پھیلنے سے روکنے کے لئے) بڑی بڑی سازشیں کیں اور جنہوں نے (اپنے متبعین جاہل عوام کو یوں بہکایا) کہ دیکھو تم اپنے قدیم دیوتاؤں کو ہرگز مت چھوڑنا، بالخصوص ان کو جن کے نام وَدّ، سواع، یغوث، یعوق، نسر ہیں، انہیں تو کسی حال میں نہ چھوڑنا، اور ان لیڈروں نے دوسرے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا، یہ اس دلخراش حزن آگیں روداد سنانے کے بعد مایوسی کا اظہار کیا، اور ان کے لئے بد دعا کی اور وہ بھی اس لئے کہ ان کو خطرہ تھا کہ جو کچھ تھوڑے بہت اب تک ایمان لا چکے ہیں انھیں بھی یہ گمراہ کر کے چھوڑیں گے گویا یہاں بھی جذبہ ڈوبنے سے بچنے کی امید جن کے بارے میں ہو چکی ہے انھیں اس خطرہ سے بچانے کا ہی ہے۔

یہاں نوح علیہ السلام کے واقعہ کی تفصیل اس لئے پیش کرنا اور بھی مناسب سمجھا گیا کہ اس میں تمام انبیاء علیہم السلام کی صبر آزما دعوت کا خلاصہ، اور اس راہ میں ان کا غیر معمولی انہماک اور لگن اور اس کی خاطر مصائب و آلام، مدتوں بلکہ صدیوں برداشت کرتے رہنے کی قوت، قوم کی ہدایت کے لئے دلسوزی و بے جگری، اور اسکی نجات کے لئے بے تابی و بے چینی، غرضیکہ ہر وہ چیز جو اکثر انبیاء علیہم السلام کے بیان قدر مشترک کے طور پر موجود رہی ہے۔ قرآن مجید میں یہ اور اس طرح کے دوسرے واقعات محض معلومات میں اضافہ کرنے اور دلچسپی لینے کی غرض سے نہیں سنائے گئے بلکہ جیسا اوپر کہا گیا) اصل مقصد عبرت و موعظت کے ساتھ ہر زمانہ کے داعیان حق کی راہنمائی کرنا اور یہ بتانا ہے کہ حق کی دعوت کا کام پھولوں کی سیج نہیں کانٹوں کا تاج ہے جو بھی اسے اٹھائے ہر قسم کی قربانی اور مصیبتیں جھیلنے کے لئے تیار رہے۔ طرح طرح کے مایوس کن نتائج اور صبر آزما حالات کا مقابلہ کرنے کی اپنے اندر سہار پیدا کرے اور جب تک ذرا سی بھی امید کی کرن نظر آتی رہے ہمت نہ ہارے جی تو چاہتا تھا کہ انبیاء علیہم السلام کے ایسے چند اور واقعات سنائے جاتے کہ جن سے روح میں تازگی، ایمان میں قوت، عزم میں پختگی آئے مگر مضمون یونہی کافی طویل ہو گیا اور ابھی قرآنی مضامین کی بات ادھوری ہی ہے اس لئے بس اسی وقت قوان علوم پنجگانہ کے بیان کو یہاں مکمل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

یہ بات دہرانے کی ضرورت نہیں کہ قرآنی کے مضامین خمسہ میں صرف دو (علم احکام اور اقوام و ملل کے تذکرے) اب تک بیان ہوئے ہیں باقی تین یہ ہیں،

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اس عالم میں جو چیزیں پیدا کیں ان کا تفصیلی تذکرہ اور ان پر غور و فکر کی جگہ جگہ دعوت تاکہ انھیں دیکھ کر اور ان پر غور و فکر کر کے خدا کی عظمت و بڑائی کا اعتراف کرنے پر انسان مجبور ہو جائے اور یہ بات جو قرآن کا اصل مقصد ہے اس پر چلنے کے لئے آمادہ ہو یہ مضمون بھی تفصیل کا طالب اور اس کا مستحق تھا کہ اس کے بھی چند نمونے پیش کر کے بتایا جاتا کہ قرآن عزیز کے انداز نے قوی اور موثر انداز میں کائنات کی تخلیق سے خالق کائنات کے پہچاننے کا راستہ دکھایا گیا ہے کہ جو غور و فکر اور صحیح عقل و فہم کی صلاحیت رکھنے والا بھی اثر لئے بغیر نہیں رہ سکتا مگر افسوس وقت کی تنگی یہاں بھی دامن کش ہی ہوئی ہے۔

۴۔ چوتھا مضمون باطل پرستوں کے استدلالات کا توڑ اور ان کی فکری و نظری غلطی کے اظہار پر مشتمل ہے اس موضوع پر بھی جتنا اور جیسا کچھ کہا گیا ہے وہ باطل افکار و عقائد کی بیخ کنی کرنے کے لئے بالکل کافی ہے اگر محض استدلال و حجت سے راہ راست پر آیا جا سکتا تو بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کا انداز استدلال ایسا موثر اور دلنشیں ہے کہ اس کے آگے باطل کا ٹکنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے لیکن اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ حق قبول کرنے کے لئے اس کے علاوہ بھی کسی چیز کی ضرورت ہے اسی کا نام شریعت کی زبان میں "توفیق" ہے۔

۵۔ پانچواں مضمون موت اور اس کے بعد پیش آنے والے واقعات کی تفصیلات پر مشتمل ہے واقعہ یہ ہے کہ تنہا یہ تفصیلات ہی ہدایت کے لئے کافی ہیں۔ انسان کا عقیدہ مرنے کے بعد کی زندگی پر نہ ہو تو اسے کوئی بھی طاقت راہ راست پر چلنے کے لئے آمادہ و مجبور نہیں کر سکتی محض قانون بنا لینے اور اس کے نفاذ میں مستعدی پیدا کر دینے سے انسان کے اعمال و اخلاق میں سدھار نہیں لایا جا سکتا آخرت کی جوابدہی کا تصور ہی وہ واحد ذریعہ ہے جو انسان کو راہ راست پر لا سکتا ہے اور اسے گناہوں اور جرائم سے روک سکتا ہے۔ اس لئے تمام آسمانی صحیفوں اور انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات میں اسی عقیدہ کو بہت زور و قوت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور اس پر ایسے دلنشیں اور موثر دلائل قائم کئے گئے ہیں کہ جو عام فہم ہونے کے علاوہ ذہنی الجھنوں کو دور کرتے اور شکوک و شبہات کو جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔

آج کل جو ہر طرف فتنہ و فساد کی گرم بازاری اور بداخلاقی و بدکرداری آب و ہوا کی طرح عام نظر آ رہی ہے اس کا اصل سبب اسی عقیدہ کا، یعنی موت کے بعد کی زندگی کا یقین کمزور پڑ جانا بلکہ جاتا رہنا ہے، ضرورت ہے کہ اسے مضبوط کیا جائے اور مرنے کے بعد زندہ ہونے اور خداوند ذوالجلال کے سامنے حاضر ہو کر جوابدہی کرنے کا تصور تازہ کیا جائے کہ اسی میں دنیا و آخرت دونوں کی فلاح مضمر ہے جیسا کہ خود قرآن مجید میں کہا گیا۔ "ولمن خاف مقام ربہ جنتان"۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس یقین کی دولت سے مالا مال فرما کر اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔